مُدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمٰن مدنی
حفظہ اللہ
مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

359

ملتِ اِسلامیہ کا عِلمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدِّث

جنوری 2013ء

مجلس التحقیق الاسلامی

٦٩ طاہر القادری کے افکار کا ناقدانہ جائزہ
٧ اُصول ترجمہ و تفسیر قرآنِ کریم
٤٩ جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت
٢ جرم و سزا کے قوانین میں اصلاح

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے   زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __   www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی ایک اور عظیم و منفرد کاوش

’کتاب و سنت.کام‘ اور ’محدث فورم‘

اُردو زبان کی مقبول ترین
دینی ویب سائٹ اور فورم

یومیہ 5000 سے زائد وزیٹرز
دنیا بھر سے ہر لمحہ 600 تا 800 قارئین

زیر سرپرستی:
مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

زیر اہتمام:
حافظ انس نضر مدنی
ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

علمی نگران:
حافظ محمد زبیر
حافظ طاہر اسلام عسکری

فنی نگران:
انجنیئر شاکر علی

خصوصیات

- اسلامی مضامین، کتب اور دینی رسائل کے لئے پہلی اُردو یونی کوڈ (سرچ وایڈٹ ایبل) ویب سائٹ
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لئے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ ضروریات کے مطابق خصوصی اور اہم مضامین
- ویب سائٹ کے ہر صفحہ اور سروس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت

جاری پروگرام

۱. شعبہ کتب: یومیہ دو کتب کا اضافہ (یونی کوڈ اور PDF) .... آن لائن کتب: ۸۴۵
۲. شعبہ مضامین: مختلف ایام اور حالات کی مناسبت سے شائع کئے جانے والے اہم مضامین
۳. محدث فورم: چار ماہ قبل شروع کیا جانے والا شرعی بحث و مباحثہ کا فورم .... اراکین: ۴۴۷، موضوعات ۱۹۰۴، ترسیلات ۱۱۹۷۶
۴. آن لائن شرعی کلاسز: دنیا بھر کے لئے تفسیر ابن کثیر اور صحیح بخاری کی آن لائن ہفتہ وار فری کلاسز
۵. شعبہ رسائل: روزانہ ایک رسالہ کا آن لائن اضافہ ... محدث کے ابتدائی ۱۰ سال کے شمارے آن لائن

درج ذیل ممتاز دینی رسائل پر کام جاری ہے:

a. ماہنامہ ’محدث‘ لاہور: پاکستان کا مشہور و معروف تحقیقی مجلہ
b. سہ ماہی ’رشد‘: علوم قرآن کے لئے مخصوص لاہور اسلامک یونیورسٹی کا ترجمان
c. ماہنامہ ’الحدیث‘ حضرو: حدیثی موضوعات اور عالمانہ تحقیقات پر مشتمل مقبول مجلّہ
d. ہفت روزہ ’الاعتصام‘ لاہور: پاکستان میں جماعت اہل حدیث کا علمی ترجمان

مستقبل کے منصوبے

۶. شعبہ فتاویٰ: لاہور اسلامک یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ کے فتاویٰ اور شرعی جوابات
۷. آڈیو سیکشن: پاکستان کے نامور علمائے کرام اور ممتاز قرائے عظام کی تقاریر و تلاوتیں
۸. لاہور اسلامک یونیورسٹی کی تین اسلامی لائبریریوں کی آن لائن فہارس کتب
۹. قرآن و سنت: قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے مستند اردو تراجم

www.kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ
مُحدّث
لاہور
پاکستان

مُدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

only for SMS
0333-4213525

شمارہ ۳۵۹ جلد ۴۵ | جنوری ۲۰۱۳ء بمطابق ربیع الاول ۱۴۳۴ھ | عدد ۱

مجلسِ اِدارت
ڈاکٹر حافظ انس مدنی | ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی
ڈاکٹر حافظ محمد زبیر | محمد کامران طاہر

ترسیل کی شکایات
محمد اصغر
03054600861

زرِ سالانہ =/۳۰۰ روپے
فی شمارہ =/۳۰ روپے
بیرونِ ملک
زرِ سالانہ =/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر
Monthly Muhaddis
A/c No:984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

فہرست مضامین

فکر ونظر
جرم وسزا کے بعض قوانین میں اصلاح | حافظ صلاح الدین یوسف | ۲

علومِ قرآن
اصول ترجمہ وتفسیر قرآن کریم | محمد رفیق چودھری | ۷

دار الافتا
میلاد النبی کی بدعات اور مٹھائیاں | شیخ محمد صالح المنجد | ۲۶

تحقیق وتنقید
جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت | ڈاکٹر محمد اسحق زاہد | ۴۹

نقد ونظر
پروفیسر طاہر القادری کے متنازعہ افکار و کردار | ابوالحسن علوی | ۶۹

طاہر القادری کی مغرب نوازیاں؛ اسلام کی نظر میں | قاری عبدالجبار | ۹۲

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
042-35866476
35866396
Email:
muh@liu.edu.pk
Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

Designing: Crystal Art 1688 Central Plaza Barkat Market, Lahore 03237471861-2

مُحدّث کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جرم و سزا کے بعض قوانین میں اصلاح کی ضرورت

کراچی کے ایک رہائشی ملک محمد عثمان نے حدود آرڈیننس کی پانچ دفعات کو بدلنے کے لیے پانچ رِٹیں (درخواستیں) وفاقی شرعی عدالت میں دائر کی تھیں۔ شرعی عدالت نے اپنے طریق کار کے مطابق بعض علمائے کرام سے مذکورہ درخواستوں پر ان کی رائے طلب کی۔ راقم (حافظ صلاح الدین یوسف) کو بھی شرعی عدالت کا مشیر ہونے کے ناطے ان سوالات پر اپنا موقف پیش کرنے کو کہا گیا۔ چنانچہ عدالتِ مذکور میں بذات خود پیش ہو کر اپنی معروضات پیش کیں جو بالاختصار حسبِ ذیل ہیں:

۱) سزائے قید کا مسئلہ

ملک محمد عثمان صاحب کی پانچ درخواستیں فاضل عدالت میں زیر سماعت ہیں، ان درخواستوں میں قدرِ مشترک کے طور پر ایک بات کو بطور خاص دہرا گیا ہے کہ قید کی سزا، قرآنِ کریم کی رُو سے، صرف جنگی مجرموں یا پھر فاحشہ عورتوں کو گھروں میں بند رکھ کر دی جاسکتی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور ملزم و مجرم کے لیے قید کی سزا ثابت نہیں ہے۔

درخواست گزار کا یہ موقف شرعاً صحیح نہیں ہے۔ جنگی قیدیوں کا ذکر قرآنِ مجید میں ایک امر واقعہ کے طور پر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی اور کو یہ سزا نہیں دی جاسکتی، یا کسی اور جرم میں سزائے قید قرآنِ کریم کے خلاف ہے۔ نبی ﷺ نے بعض جرائم پر بھی حبس (قید) کی سزا دی ہے۔ جیسے ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی تو آپ ﷺ نے اسے قید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر دیا: أن النبي ﷺ حبس رجلاً في تهمة[1]

ایک اور حدیث سنن ابو داؤد ہی میں ہے، اس پر باب کا عنوان ہی یہ ہے:

باب في الدَّين هل يُحبس؟

اس بات کا بیان کہ کیا قرض (کی عدم ادائیگی) پر قید کیا جا سکتا ہے؟

امام ابو داؤد اس باب میں مذکورہ حدیث کے علاوہ ذیل کی حدیث بھی لائے ہیں:

لَيُّ الْوَاجِد يحلّ عرضه وعقوبته. قال ابن المبارك: يحل عرضه: يغلظ له. وعقوبته: يحبس له[2]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مالدار کا (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا حلال کر دیتا ہے اس کی عزت اور اس کی سزا کو۔ امام ابن مبارک نے فرمایا: "عزت کو حلال کر دیتا ہے، کا مطلب ہے، اس کو سخت باتیں کہی جا سکتی ہیں جس سے اس کی بے عزتی ہو اور سزا کو حلال کر دیتا ہے، کا مطلب ہے، اسکو سزائے قید دی جا سکتی ہے۔"

اسی باب میں ایک اور حدیث بھی ہے، اس سے بھی شارحین نے سزائے قید ہی کا مفہوم لیا ہے۔[3]

اسی طرح درخواست گزار کا یہ کہنا کہ سورۂ نساء کی آیت سے صرف فاحشہ عورتوں کو گھروں میں قید رکھنے کا ثبوت ملتا ہے، ان کے علاوہ دوسروں کو سزائے قید نہیں دی جا سکتی، صحیح نہیں ہے۔ یہ اسلام میں فاحشہ عورتوں کے لیے ابتدائی سزا تھی جو زنا کی سزا مقرر ہونے کے بعد منسوخ ہو گئی۔ اب زنا کی سزا، مرد ہو یا عورت، شادی شدہ کے لئے رجم اور کنواروں کے لیے سو کوڑے ہیں۔ اس لیے اس آیت سے بھی استدلال غیر صحیح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں اگرچہ باقاعدہ جیل خانہ نہیں تھا لیکن آپؐ نے سزائے حَبس (قید) دی ہے۔ باقاعدہ جیل خانے حضرت عمرؓ کے دور میں بنے ہیں۔ علامہ شبلی

1 سنن ابوداؤد: رقم الحدیث ۳۶۳۰

2 سنن ابوداود: ۳۶۲۸

3 عون المعبود: ۳/ ۳۵۰ ... طبع قدیم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نعمانی لکھتے ہیں:

”اس صیغے میں حضرت عمرؓ کی ایجاد یہ ہے کہ جیل خانے بنوائے، ان سے پہلے عرب میں جیل خانے کا نام ونشان نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اوّل مکہ معظّمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خریدا اور اس کو جیل خانہ بنا دیا، پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے... اس وقت تک صرف مجرم قید خانے میں رکھے جاتے تھے اور جیل خانے میں بھجوائے جاتے تھے۔ جیل خانہ تعمیر ہونے کے بعد بعض سزاؤں میں تبدیلی ہوئی، مثلاً محجن ثقفی بار بار شراب پینے کے جرم میں ماخوذ ہوا تو بالآخر حضرت عمرؓ نے اُسے حد کی بجائے قید کی سزا دی۔“[1]

اگر قید کی سزا قرآن کے خلاف ہوتی جیسا کہ درخواست گزار کا موقف معلوم ہوتا ہے تو یہ سزا نہ نبی مکرم ﷺ دیتے اور نہ سیدنا عمرؓ فاروق جیل خانے بنواتے اور نہ لوگوں کو سزائے قید دیتے۔

۲) قصاص کی سزا

البتہ درخواست گزار کا یہ موقف صحیح معلوم ہوتا ہے کہ کریمنل لاء ترمیمی آرڈیننس مجریہ ۱۹۹۱ء کی شق ۳۰۲ کی ذیلی شقوق B اور C کی بجائے یہ ترمیم ہو کہ قتل عمد کی معافی کی صورت میں دیت کی ادائیگی معروف طریقے سے ہو یا اگر دیت بھی معاف کر دی جائے تو ہر دو صورت میں قاتل کے لیے سزائے قید کا جواز باقی نہیں رہتا۔ باقی رہی آخرت کی سزا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

۳) قتل خطا کی سزا

اسی آرڈیننس میں قتل خطا (بصورتِ خطرناک ڈرائیونگ) کی سزا دیت کے علاوہ دس سال

۱ 'الفاروق' از علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۴۶، ۳۴۷

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تک قید کی سزا بھی دی جاسکتی ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ قرآن کریم کی رُو سے قتل خطا کی سزا دیت کے علاوہ ایک گردن (غلام، لونڈی) آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو دو مہینے کے متواتر (بلاناغہ) روزے رکھنا ہے۔ اس کے بجائے دس سال تک کی قید قابل اصلاح بلکہ قابل حذف ہے۔ اس سلسلے میں درخواست گزار کا موقف صحیح ہے۔

۴) فتنہ و فساد کی سزا

پاکستان پینل کوڈ میں ترمیم شدہ شق ۴۲۶ کے مطابق فتنہ و فساد کی سزا تین ماہ تک قید یا جرمانہ یا دونوں مقرر کی گئی ہیں۔ فتنہ و فساد کی تعریف میں: کسی فرد، پبلک، یا جائداد کو نقصان پہنچانا یا اس کی قیمت کو کم کرنا یا مالک جائداد کو زخمی کرنا بمطابق دفعہ ۴۲۵ شامل ہیں۔

اس کے متعلق درخواست گزار کا موقف یہ ہے کہ یہ سزا سورۃ المائدۃ کی آیت ۳۴ کے خلاف ہے، اس لیے اس سزا کو بھی آیت مذکورہ کے مطابق کیا جائے۔ لیکن درخواست گزار کا یہ موقف درست نہیں۔ اس لیے کہ مذکورہ آیت میں محاربہ کی سزا بیان کی گئی ہے نہ کہ عام فتنہ و فساد کی، جس کی متعین تعریف بھی آرڈیننس میں کردی گئی ہے۔

محاربہ کیا ہے جس کی سزا مذکورہ آیت میں بیان کی گئی ہے؟

محاربہ کا مطلب ہے: کسی منظّم اور مسلّح جتھے کا (چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر) اسلامی حکومت کے علاقے میں یا اس کے قریب صحرا وغیرہ میں راہ چلتے قافلوں اور افراد اور گروہوں پر حملہ کرنا، قتل و غارت گری کرنا، سلب و نہب، اغوا و آبروریزی کرنا وغیرہ۔ اس کی جو چار سزائیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ قتل کردیے جائیں، یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلاوطن کردیا جائے۔ امام (خلیفہ وقت، قاضی یا حاکم مجاز) کو اختیار ہے کہ ان میں سے جو سزا مناسب سمجھے، دے دے۔

ظاہر بات ہے کہ یہ محاربہ اس فتنہ و فساد سے یکسر مختلف ہے جس کا ذکر اور اس کی سزا آرڈیننس میں ہے۔ اس محاربہ کی سزا کو محولہ فتنہ و فساد کا مصداق قرار دے کر محاربہ والی سزا کا اس پر اطلاق کرنا غیر صحیح ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لیے مذکورہ شق اور اس میں بیان کردہ سزا کی تبدیلی کا مطالبہ درست نہیں ہے۔

۵) جھوٹی گواہی کی سزا

درخواست گزار کا یہ موقف بھی درست نہیں کہ جھوٹی گواہی کی جو سزا مذکورہ آرڈیننس میں ہے، اس کو تبدیل کر کے قذف والی سزا (۸۰ کوڑے) مقرر کی جائے، اس لیے کہ قذف (کسی پر زناکاری کی تہمت لگانا) ایک ایسی حد ہے جو قرآن کی سورۂ نور میں مذکور ہے جب کہ جھوٹی گواہی کی کوئی متعین سزا، باوجود نہایت شناعت و قباحت کے، قرآن و حدیث میں نہیں بتلائی گئی۔ بنابریں جھوٹی گواہی کی تعزیری سزا کو منصوص حد پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ منصوص حد کا مطلب: اللہ کی بتلائی اور مقرر کی ہوئی سزا ہے جبکہ تعزیری سزا کا مطلب ہے: حالات و واقعات کے مطابق قاضی یا حاکم مجاز کی تجویز کردہ سزا۔ یہ دونوں سزائیں ایک کس طرح ہو سکتی ہیں؟ یا ایک کو دوسرے کے ساتھ کس طرح ملایا جا سکتا ہے؟

٦) چوری کی سزا

مذکورہ آرڈیننس میں چور کی سزا یہ قرار دی گئی ہے کہ اسے تین سال تک قید کی سزا، یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں جبکہ چور کی چوری ثابت ہو جائے اور وہ ملزم سے مجرم بن جائے۔

اس کی بابت درخواست گزار کا یہ موقف کہ یہ سزا قرآن کریم کی آیت: ﴿وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں، چور چاہے مرد ہو یا عورت) کے خلاف ہے، بالکل صحیح ہے۔ مذکورہ آرڈیننس میں چور کی سزا کو بدل کر ہاتھ کاٹنا کیا جائے، تاکہ یہ سزا قرآنِ کریم کے مطابق ہو جائے۔

(حافظ صلاح الدین یوسف)

مشیر وفاقی شرعی عدالت، پاکستان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد رفیق چودھری

اُصولِ ترجمہ و تفسیر قرآنِ کریم

قرآنِ مجید کے ترجمہ و تفسیر کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے۔ اور علمائے اسلام نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے نہایت قیمتی اور قابل قدر کام کیا ہے۔ صحیح فہم قرآن کے لیے چند مسلّمہ بنیادی اُصول ہیں جن کا علم ضروری ہے، ذیل میں بالاختصار یہ اُصول بیان کئے جاتے ہیں:

① قرآنِ مجید کو سمجھنے سے قبل آدمی اپنے دل و دماغ کو ان تصورات اور تعصّبات سے بالکل خالی کر دے جو اُس نے پہلے سے قائم کر رکھے ہیں، ورنہ وہ قرآنی عبارات میں اپنے ہی خیالات پڑھتا رہ جائے گا اور اُسے اس کتابِ ہدایت سے کوئی رہنمائی میسر نہ آسکے گی۔

② قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے گی۔ اس مسلّمہ قاعدے کو اپنایا جائے کہ "القرآن یفسر بعضه بعضًا" کہ قرآن کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصے کی تفسیر کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ البقرۃ میں ہے:

﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ١ۗ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۰۰۳۴﴾[1]

”اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جاؤ تو وہ جھک گئے مگر ابلیس نہ جھکا۔ اُس نے انکار کیا اور تکبّر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔“

اس مقام پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید ابلیس فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ تھا لیکن سورۃ الکھف میں اس کی وضاحت ہے کہ وہ جنوں میں سے ایک جن تھا، کوئی فرشتہ نہ تھا:

١ سورۃ البقرۃ:٣٤

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ
فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ١ؕ﴾ [1]

"اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جاؤ، تو وہ سب جھک گئے، مگر ابلیس نہ جھکا۔ وہ جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے ربّ کے حکم کی نافرمانی کی۔"

③ قرآن کی تفسیر حدیث وسنّت کے مطابق کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرضِ منصبی تھا کہ تلاوتِ آیات کے علاوہ آپ ﷺ قرآن کی تعلیم بھی دیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ١ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝۱۶۴﴾ [2]

"بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ اُنہی میں سے ان کے پاس ایک رسول بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں سناتا، اُن کو پاک کرتا اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس کی بعثت سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ نبی ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد وحیِ الٰہی کی 'تبیین' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ قرآنِ مجید کا مدعا بیان کریں، اس کی مراد واضح کریں اور اس کی تشریح فرمائیں:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۴۴﴾ [3]

"اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا تاکہ آپؐ اس چیز کو لوگوں

۱ سورۃ الکہف:۵۰
۲ سورۃ آل عمران:۱۶۴
۳ سورۃ النحل:۴۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر واضح کر دیں جو اُن کی طرف اتاری گئی اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔"

یہی وجہ ہے کہ جب قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾[1]

"جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا، صرف اُن کے لئے امن وسلامتی ہے اور وہی ہدایت پر ہیں۔"

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرا گئے کہ ہم میں سے کون ہے جس سے کبھی ظلم سرزد نہ ہوا ہو تو کیا ہم کو امن و ہدایت اور جنّت نصیب نہ ہوگی؟ تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾[2]

"بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اطمینان حاصل ہو گیا۔[3] اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے مدعا کی وضاحت فرما دی۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مستند اقوال کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کی جائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفسیری اقوال کو اس لیے ترجیح حاصل ہے کہ وہ خود صاحبِ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے تھے، اپنی نمازوں میں اُسے دہراتے تھے۔ کچھ پوچھنا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست پوچھ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ وقوعہ وحی کے گواہ ہونے کے ناطے نازل ہونے والی آیت کے مفہوم اور سیاق وسباق کو وہ بخوبی سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھا اور سمجھا تھا۔ ان میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے جو فہم قرآن کے ماہرین شمار ہوتے تھے۔ ان کی اس خوبی کی تصدیق و تصویب (Confirmation) خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی؛ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور

1 سورۃ الانعام:۸۲
2 سورۃ لقمان:۱۳
3 صحیح بخاری:۳۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبد اللہ بن عباسؓ۔ یہ محض عقیدت کی بات نہیں ہے بلکہ بالکل فطری حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے کتاب کا مطلب خود صاحبِ کتاب سے سمجھا ہو اُن کے فہم کو بعد والوں کے فہم پر ترجیح ہونی چاہیے۔

افسوس بعد کے لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ: ''سلف ایمان میں قوی ہیں مگر علم میں خلف کا طریقہ قوی ہے۔''

حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں خود حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ قول ہے:

"من كان منكم متأسيا فليتأس بأصحاب محمد ﷺ فإنهم كانوا أبرّ هذه الأمة قلوبًا، و أعمقها علمًا، و أقلّها تكلفا، و أقوام هديا، وأحسنها حالاً، قوما اختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ وإقامة دينه، فأعرفوا لهم فضلهم، واتبعوهم في آثارهم، فإنهم كانوا على الهدي المستقيم"[1]

''جس شخص نے کسی کی پیروی کرنی ہو تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی پیروی کرے کیونکہ پوری اُمّت میں اُن کے دل سب سے زیادہ نیک تھے۔ اُن کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا۔ وہ بہت کم تکلّف کرتے تھے اور نیکی کرنے میں سب سے بڑھ کر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چُن لیا تھا۔ لہٰذا اُن کے مقام و مرتبے کو پہچانو اور اُن کے نقش قدم پر چلو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔''

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ خود جلیل القدر صحابی تھے اور بعد کے لوگ اُن سے بڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جاننے والے نہیں ہو سکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اکثر تفسیری اقوال تفسیر طبری، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر المحرر الوجیز لابن عطیہ جیسی کتبِ تفسیر میں مل جاتے ہیں۔ لیکن ان اقوال میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی آیت کی تفسیر میں بظاہر

1 جامع بیان العلم وفضلہ، از امام ابن عبد البر: ۱۹۸/۲

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اصل میں وہ ایک ہی قول ہوتا ہے جسے مختلف انداز میں بیان کیا ہوتا ہے۔یہی بات حافظ ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر کے دیباچے میں لکھی ہے:

"فتذكر أقوالهم في الآية فيقع في عبارتهم تباين في الألفاظ، يحسبها من لاعلم عنده اختلافًا فيحكيها أقوالًا، وليس كذلك، فإن منهم من يعبر عن الشيء بلازمه أو بنظيره، ومنهم من ينص على الشيء بعينه، والكل بمعنى واحد في أكثر أماكن فليتفطن اللبيب لذلك"

"اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی آیت کی تفسیر میں جب ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں اور اُن کے الفاظ میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے تو ناواقف شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس بارے میں کئی مختلف اقوال ہیں، حالانکہ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی نے ایک چیز کی تعبیر میں اس کے لازمی یا مُرادی معنی لیے ہوتے ہیں، کسی نے اس کی نظیر یا مثال پیش کی ہوتی ہے اور کسی نے اصل چیز ہی کو بیان کیا ہوتا ہے۔ مگر سب کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔ لہٰذا عقل مند آدمی کو اس بارے میں دھیان کرنا چاہیے۔"

⑤ قرآن کی تفسیر اجماعِ اُمّت کے مطابق کی جائے گی۔ کسی قرآنی لفظ یا آیت کی ایسی کوئی تفسیر نہیں کی جاسکتی جو اجماعِ قطعی کے خلاف ہو۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ جن اُمور پر اُمت متفق ہے اُن کی پیروی میں ہدایت ہے اور ان کی خلاف ورزی میں گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵ ﴾[1]

"جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلے جبکہ اس پر صحیح راستہ واضح ہو چکا تھا تو اُسے ہم اُسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔"

[1] سورۃ النساء:۱۱۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں مسلمانوں کے راستے یا طریقے کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس کے خلاف چلنے پر دوزخ کی وعید ہے۔ اب جس چیز پر مسلمان متفق ہو جائیں گے وہی اُن کا راستہ اور طریقہ ہے اور یہی اجماعِ اُمت ہے جس کی خلاف ورزی گمراہی بھی ہے اور دوزخ میں جانے کا سبب بھی۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إن أُمتي لا تجتمع على ضلالة»[1]

''بے شک میری اُمت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہو گی۔''

اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے:

"ما رأه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن"

''جس بات کو سب مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہے۔''

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اجماعِ اُمت کا راستہ ہدایت کا راستہ ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنا گمراہی ہے۔ لہٰذا کسی اجماعِ قطعی کے خلاف جو تفسیر کی جائے گی، وہ ہدایت کی بات نہ ہو گی بلکہ گمراہی کی چیز ہو گی جس سے بچنا ضروری ہے۔

⑥ فہم قرآن کے لیے عربیّت یعنی عربی زبان کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ قرآنی الفاظ و محاورات کے وہی معنی مراد لئے جائیں جو نزولِ قرآن کے وقت لیے جاتے تھے کیونکہ قرآن اپنے دور کے عربوں کی فصیح و بلیغ زبان میں اُترا ہے۔ مشہور ماہر لغت ابوزکریا الفرّا کا قول ہے کہ إن لغة القرآن أفصح أساليب العربية علىٰ الإطلاق

''بے شک قرآن کی زبان نہایت اعلیٰ فصیح عربی اُسلوب میں ہے۔''

لیکن اس حوالے سے ایک مشکل یہ ہے کہ دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح عربی زبان بھی وقت کے ساتھ ساتھ بہت حد تک تبدیل ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ اب اُس کے بیشتر الفاظ اُن معنوں میں استعمال ہی نہیں ہوتے جن معنوں میں وہ قرآنِ مجید میں آئے ہیں جیسے قوم، فرقہ، فقہ، فاسق، فطور، تاویل، تفصیل، دلیل، وسیلہ، لبن اور سیارہ وغیرہ۔

1 سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۰

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بد قسمتی سے ہمارے ہاں کے بعض اُردو تراجم میں دانستہ یا نادانستہ قرآنی الفاظ کے وہ معنٰی لے لئے گئے ہیں جو اُردو زبان میں مستعمل ہیں، جبکہ عربیّت کی رُو سے وہ معنی مراد لینا ہرگز درست نہیں۔ مثال کے طور پر 'وسیلہ' کا لفظ ہے جو قدیم عربی اور قرآن وحدیث کی زبان میں 'قرب' کے معنوں میں آتا ہے مگر اُسے 'ذریعے' اور 'واسطے' کے معنوں میں لے کر شرک و گمراہی کا دروازہ کھول دیا گیا۔ حد یہ ہے کہ ایک مشہور مترجم و مفسّر نے قرآن کے الفاظ ﴿ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ۝ ﴾[1] کا ترجمہ: "اور اُنہیں ہم بڑے گندے عذاب عذاب کا مزا چکھائیں گے۔" کر دیا ہے جو کہ 'عربیت' کے سراسر خلاف ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صحیح فہم قرآن کے لیے عربیت کا لحاظ رکھنا بنیادی شرط ہے۔ اس عربی زبان کا ذوق اور اس میں ملکہ و ممارست ضروری ہے جس میں قرآنِ عظیم نازل ہوا ہے۔ اس کے لیے ابتدائی اسلامی دور کے علمی و ادبی سرمائے سے مدد لینی چاہیے اور قدیم مستند عربی لغات سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ 'ادبِ جاہلی' کا مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔

لیکن اس ضمن میں یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ قرآن مجید کے وہ الفاظ جو دینی اصطلاحات (Terms) کے طور پر آئے ہیں اُن کے لغوی یا کوئی اور خود ساختہ اصطلاحی معنٰی مراد نہیں لیے جاسکتے۔ اُن کا صرف وہی مفہوم لیا جائے گا جو صاحبِ وحی، معلّم قرآن اور شارع ﷺ نے متعین فرما دیا ہے۔ جیسے حج، عمرہ، اقامتِ صلوٰۃ و زکوٰۃ، صوم، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ

⑦ قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کی تفسیر اُن کے شانِ نزول کے لحاظ سے کی جائے گی۔

فہم قرآن کے لیے شانِ نزول کی بڑی اہمیت ہے، شانِ نزول (یا سببِ نزول) سے مراد وہ خاص پس منظر (Back Ground) اور مخصوص حالات و واقعات ہیں جن میں قرآن کی بعض سورتوں اور آیتوں کا نزول ہوا ہے۔ اس طرح کے قرآنی مقامات کو اُن کا شانِ نزول

1 سورۃ حٰم السجدۃ:۵۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جانے بغیر نہ تو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے اور نہ اُن کی درست تفسیر ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ میں ہے کہ

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾[1]

”بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دونوں (پہاڑیوں) کے درمیان سعی کے چکر لگالے اور جو کوئی شوق سے کوئی نیکی کرے تو اللہ قدردان اور سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اس آیت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج اور عمرے میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ضروری نہیں ہے۔ کوئی شخص سعی کرے یا نہ کرے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ ہر عمرے یا حج میں سعی کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جاہلیت کے دور میں مشرکین نے ان دونوں مقامات پر دو بُت... اِساف اور نائلہ... رکھے ہوئے تھے۔ ان بتوں کی موجودگی میں مسلمانوں کو سعی کرنے میں تامل (Hesitation) ہوا تو فرمایا گیا کہ ان بتوں کی موجودگی میں بھی سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر جب نبی ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی تو اب یہ سعی واجب اور ضروری ٹھہری۔[2]

یاد رہے کہ شانِ نزول کے بارے میں مفسرین اور علماے اُصول کا ایک متفقہ قاعدہ یہ ہے: "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب"

مطلب یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے عام ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اور اسے کسی موقع کی وجہ سے خاص نہیں سمجھا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں اسے یوں کہا جاسکتا ہے کہ جن آیات

۱ سورۃ البقرۃ:۱۵۸
۲ صحیح بخاری:۴۴۹۵

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کا کوئی خاص شانِ نزول ہوتا ہے اُن کے حکم کو صرف اسی موقع کے لیے مخصوص یا محدود نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس حکم کو عام قرار دیا جائے گا۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ فلاں آیت فلاں شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لیے اس کے بارے میں جو حکم آیا ہے وہ بھی اسی شخص کے ساتھ خاص ہے بلکہ وہ حکم عام اور سب کے لیے ہو سکتا ہے۔

مثال کے طور پر سورۃ المجادلۃ میں 'ظہار' کے بارے میں جو آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ اگرچہ دو مخصوص میاں بیوی کے حق میں نازل ہوئی ہیں لیکن ظہار کا حکم عام ہے۔ صرف انہی میاں بیوی کے لیے مخصوص یا محدود نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق (Application) دوسرے لوگوں پر بھی ہو گا۔

البتہ شانِ نزول کے حوالے سے ایک مشکل پیش آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں بعض اوقات ایک ہی سورت یا آیت کے کئی مختلف شانِ نزول لکھے ہوتے ہیں، جبکہ حقیقت میں اُس کا ایک ہی شانِ نزول ہوتا ہے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین جب یہ دیکھتے تھے کہ فلاں آیت یا سورت کے حکم کا اطلاق اُس جیسے کسی اور واقعے پر بھی ہوتا ہے تو وہ اس دوسرے واقعے کو بھی اُسی آیت کا شانِ نزول قرار دیتے تھے۔ اس طرح ایک ہی آیت یا سورت کے بعض اوقات کئی کئی شانِ نزول ہو جاتے تھے۔

اس بارے میں امام بدر الدین زرکشی اپنی کتاب 'البرہان فی علوم القرآن' میں لکھتے ہیں:

"وقد عرف من عادة الصحابة والتابعين أن أحدهم إذا قال: نزلت هذه الآية في كذا فإنه يريد بذلك أن هٰذه الآية تتضمّن هٰذا الحكم، لا أن هذا كان السبب في نزولها"[1]

"صحابہ و تابعین کی یہ عام عادت ہے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ فلاں آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ آیت اس حکم پر مشتمل ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ بات واقعی اس آیت کے نزول کا سبب ہے۔"

1 البرہان فی علوم القرآن: ۱/ ۳۱، ۳۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہر حال تفسیری کتب میں موجود کئی مختلف شانِ نزول والی آیتوں یا سورتوں کا اصل شانِ نزول معلوم کرنا خاصا دشوار کام ہوتا ہے اور اس میں ایک مفسّر کے لیے بڑا امتحان ہوتا ہے کہ وہ غور وفکر اور تحقیق کر کے اصل شانِ نزول معلوم کرے۔ اس سلسلے میں اُن کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ہے جو خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں جیسے امام واحدی کی 'اسباب النزول' وغیرہ۔

⑧ فہم قرآن کے لیے ناسخ ومنسوخ آیات کی پہچان ضروری ہے۔ نسخ کے اصل معنیٰ تو کسی چیز کو ہٹانے، دور کرنے اور زائل کرنے کے ہیں لیکن اصطلاح میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے:

"رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متاخر"[1]

"کسی بعد کی شرعی دلیل کے ذریعے پہلے کے شرعی حکم کا اُٹھ جانا یا باقی نہ رہنا۔"

گویا پہلے سے موجود کسی شرعی حکم کی جگہ کوئی نیا شرعی حکم آجانے کو نسخ کہتے ہیں۔ پھر پہلا شرعی حکم 'منسوخ' اور اس کی جگہ لینے والا نیا حکم اُس کا 'ناسخ' کہلاتا ہے۔ اس کے بعد منسوخ حکم پر عمل نہیں ہوگا بلکہ اس کے ناسخ حکم پر عمل کیا جائے گا اور اسی کے مطابق فتویٰ بھی دیا جائے گا۔ یاد رہے کہ نسخ میں قرآن کی کسی آیت کا صرف حکم منسوخ ہوتا ہے، مگر آیت بدستور قرآن کا حصہ رہتی ہے اور اُس کی تلاوت بھی کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى ﴾[2]

"اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔۔۔"

یہ پہلا حکم تھا کہ شرابی کو نماز کی طرف آنا ممنوع اور حرام ہے، اس کے سوا دوسرے اوقات میں شراب نوشی منع نہ تھی۔

١ مناہل العرفان ٢: ١٢٧

٢ سورۃ النساء ٤: ٤٣

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر پھر سورۃ المائدۃ میں یہ حکم آگیا کہ

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [1]

”اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے آستانے اور تیروں سے فال لینا، یہ سب گندے کام ہیں شیطان کے، لہٰذا ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

اس آیت کے حکم کے نتیجے میں شراب نوشی مستقل طور پر ہمیشہ کے لیے ممنوع اور حرام قرار دی گئی۔ گویا پہلے شراب پی کر نماز کے قریب جانا منع اور حرام تھا، اب شراب نوشی ہمیشہ کے لیے ممنوع اور حرام ٹھہری۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں گے کہ پہلے حکم میں نمازوں کے سوا دوسرے اوقات میں شراب پی لینے کی جو اجازت تھی، وہ اس دوسرے حکم سے منسوخ ہوگئی۔

تفسیر بالرائے سے کیا مراد ہے؟

ایک حدیث میں تفسیر بالرائے کی مذمت کی گئی ہے۔ لیکن تفسیر بالرائے میں لفظ 'رائے' کا مطلب سمجھنے میں بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس لیے ہم اس پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«... ومن قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار» [2]

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

”... اور جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔“

لیکن اس حدیث سے پہلے امام ترمذی نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1 سورۃ المائدۃ:۹۰
2 جامع ترمذی:۲۹۵۱

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

«من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار»[1] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

”جس نے علم کے بغیر قرآن کے بارے میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔“

اس دوسری زیادہ مضبوط حدیث نے پہلی حدیث کے لفظ «برأيه» (اپنی رائے سے) کا مطلب واضح کر دیا ہے کہ اس سے مراد «بغیر علم» (علم کے بغیر) ہے۔ گویا تفسیر بالرائے ایسی تفسیر کو کہا جائے گا جو علم کے بغیر کی جائے۔

خود امام ترمذی نے «برأيه» والی حدیث کی وضاحت میں لکھا ہے کہ

”اس سے مراد علم کے بغیر اپنے جی سے قرآن کی تفسیر کرنا ہے جو کہ قابل مذمت ہے۔ رہا علم کی رُو سے تفسیر کرنا تو یہ بالکل درست اور جائز ہے کیونکہ اس طرح کی تفسیر مشہور تابعین مجاہد، قتادہ اور دوسرے اہل علم نے بھی کی ہے اور ان لوگوں کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی کہ خدانخواستہ وہ لوگ علم کے بغیر محض اپنے جی سے قرآنِ مجید کی تفسیر کرتے تھے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں 'رائے' کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں نہیں ہے بلکہ ایک اصطلاح کے طور پر آیا ہے جس کا مطلب ہے: ”علم کے بغیر قرآن کی من مانی تفسیر کرنا۔“ گویا ایسی تفسیر کرنا جس میں کوئی شخص یہ نہ دیکھے کہ قرآن کیا کہتا ہے بلکہ یہ دیکھے کہ اُس کی اپنی خواہش یا پہلے سے قائم کی ہوئی کوئی رائے کیا چاہتی ہے اور کسی طرح قرآن کو کھینچ تان کر اس کے مطابق کر لیا جائے۔ گویا یہ حالت ہو کہ

ع خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں

اس سے واضح ہوا کہ تفسیر بالرائے کا یہ مطلب لینا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے عقل و بصیرت سے کام نہ لیا جائے۔ اگر یہی مطلب ہوتا تو پھر قرآن کا سمجھنا سمجھانا

---

۱ جامع ترمذی: ۲۹۵۰

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہی فضول اور بے کار ہوتا۔ حالانکہ خود قرآن ہمیں بار بار غور و فکر کرنے اور عقل و بصیرت سے کام لینے کی دعوت و ترغیب دیتا ہے:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ ﴾[1]

”کیا پھر یہ لوگ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے، یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔“

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ و تابعین بھی اپنے علم اور اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر قرآن کی تفسیر بھی کرتے تھے اور اس سے مختلف احکام و مسائل نکالنے کے لئے اجتہاد بھی کرتے تھے۔ بعد کے مفسرین کرام نے تفسیر بالرائے کی دو قسمیں قرار دیں:

ایک، تفسیر بالرائے محمود اور دوسری، تفسیر بالرائے مذموم

تفسیر بالرائے محمود یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے میں عقل و بصیرت اور اجتہاد و استنباط سے بھی کام لیا جائے اور یہ پسندیدہ طریقہ ہے۔ اگرچہ ایسی صورت میں تفسیری اختلاف بھی پیدا ہو سکتا ہے جو ایک فطری امر ہے اور بالکل جائز ہے کیونکہ اس سے شریعت میں تنوع اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

تفسیر بالرائے مذموم یہ ہے کہ یہ نہ دیکھا جائے کہ قرآن کا منشا کیا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے بلکہ صرف یہ دیکھا جائے کہ ہماری اپنی خواہش یا پہلے سے کوئی ٹھیرائی ہوئی بات کیا چاہتی ہے اور قرآن کی عبارت اور اس کے مضمون کو کس طرح کھینچ تان کر اپنی خواہش یا اپنے پہلے سے قائم نظریے کے مطابق کر لیا جائے۔ یہ طریقہ مذموم، ناپسندیدہ اور حرام ہے۔ ایسی تفسیر کرنے والے کے لیے دوزخ کی وعید آئی ہے۔

تفسیر بالرائے مذموم کی بعض صورتیں

تفسیر بالرائے مذموم کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً:

1 سورۃ محمد:۲۴

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

① اپنی خواہش یا اپنے کسی خاص نظریے یا مخصوص فکر کو لے کر اُس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا۔ اس میں یہ نہ دیکھا جائے کہ خود قرآن کیا کہتا ہے بلکہ قرآن کی معنوی تحریف کر کے اُسے اپنی خواہش، اپنے نظریے اور مخصوص فکر کے مطابق ڈھال لیا جائے۔ یہ ایک من مانی تفسیر ہے جو کبھی عربیت کے خلاف کی جاتی ہے اور کبھی قرآن کی بات کو اس کے اصل سیاق وسباق (Context) سے ہٹا کر کی جاتی ہے۔

② فرقہ پرستی کے تعصّب سے تفسیر کرنا تاکہ قرآن کو اپنے مخصوص فرقے کے عقائد و نظریات کے مطابق ڈھال لیا جائے۔ اس طرح کی تفسیر کے نمونے فرقہ پرستوں کی تفسیروں میں عام مل جاتے ہیں۔

③ قادیانیوں نے جو کہ غیر مسلم ہیں، اپنے غیر اسلامی عقائد و اعمال کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے کے لیے تفسیر بالرائے مذموم کا ارتکاب کیا ہے۔

④ بعض صوفیا نے اپنے گمراہانہ تصورات و نظریات (جیسے وحدت الوجود وغیرہ) اور بعض باطنی احوال وارِدات پر مبنی قرآن کی 'اشاری تفسیر' کی ہے جو کہ تفسیر بالرائے مذموم کے ضمن میں آتی ہے۔

⑤ دورِ جدید کے بعض مفسرین جب سائنسی حقائق کی بجائے سائنسی نظریات (Theories) کے مطابق تفسیر کرتے ہیں تو وہ بھی تفسیر بالرائے مذموم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جیسے ڈارون (Darwin) کے نظریۂ ارتقا (Evolution Theory) کو قرآنی تعلیمات کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنسی نظریات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور کبھی غلط ثابت ہوتے ہیں، اس لئے ان کے مطابق تفسیر کرنے سے قرآنِ مجید کی حقانیت اور صداقت پر حرف آسکتا ہے۔ البتہ وہ سائنسی اور طبعی حقائق جو تجربے (Experiments) اور مشاہدے (Observations) سے ثابت ہیں، اُن کے مطابق تفسیر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے زمین کا گول ہونا وغیرہ۔

⑥ کسی خاص مسلک و مذہب کے تعصّب میں مبتلا ہو کر اس کی بے جا حمایت و طرف داری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کی گئی تفسیر بھی تفسیر بالرائے مذموم ہے۔

⑦ یہودیوں کے وہ بے سروپا قصے اور اُن کی مذہبی داستانوں کی خرافات جسے اصطلاح میں 'اسرائیلیات' کہا جاتا ہے، کے مطابق تفسیر کرنا بھی تفسیر بالرائے مذموم ہے۔

⑧ مغربی تہذیب سے مرعوب ہو کر اُس کے سانچے میں قرآنی تعلیمات کو ڈھالنا بھی تفسیر بالرائے مذموم ہے۔اس طرح کی تفسیر کے نمونے سرسید احمد اور جناب غلام احمد پرویز جیسے لوگوں کی کتبِ تفسیر میں موجود ہیں۔

⑨ زمانہ حال میں 'فراہی مکتبِ فکر' کے نام سے ایک نیا گمراہ فرقہ وجود میں آیا ہے جو دراصل مغربی تہذیب سے مرعوب و مسحور ہے۔ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ بھی اہل سنّت میں سے ہیں مگر ان کے عقائد و نظریات اہل سنت کے بالکل خلاف ہیں کیونکہ وہ:

- قرآن مجید کی صرف ایک ہی قراءت کو صحیح مانتے ہیں اور اس کی دوسری تمام قراءتوں کے منکر ہیں۔
- مرتد کے لیے سزائے قتل کو نہیں مانتے۔
- شادی شدہ زانی کے لئے رجم یعنی سنگساری کی حد کا انکار کرتے ہیں۔
- صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کو نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔
- ان کے نزدیک سنّت وہ نہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مشتمل ہے بلکہ وہ اس کا تعلق سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے ہیں۔ پھر اس کے ثبوت کے لیے اجماع اور تواتر کی شرط لگاتے ہیں۔
- ان کی رائے میں کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا۔ (حالانکہ ایسا سمجھنا قرآن کے نصوص کو جھٹلانا ہے)
- اجماعِ قطعی کے حجت ہونے کے قائل نہیں ہیں۔[1]

[1] ہم اپنی مطبوعہ کتاب 'فتنہ غامدیت کا علمی محاسبہ' میں اس گروہ کے جملہ گمراہ کن عقائد و نظریات پر مفصل تنقید کر چکے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

➢ اس کے علاوہ اور کئی قسم کے گمراہانہ تصورات رکھتے ہیں۔

پھر جہاں تک قرآن فہمی کا تعلق ہے یہ لوگ قرآنِ مجید کو بھی انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کی طرح کی ایک کتاب سمجھتے ہوئے پہلے اس کی تمہید اور مقدمہ تجویز کرتے ہیں، پھر قرآن کو اپنے کچھ خاص عنوانات دے کر اسے سات ابواب یا گروپس (Groups) میں تقسیم کرتے ہیں اور آخر میں کچھ سورتوں سے اس کا اختتامیہ ظاہر کرتے ہیں۔ تمام سورتوں کو جوڑا جوڑا (In Pairs) مانتے ہیں۔ سورۃ النصر کو مکی سورت قرار دیتے ہیں اور اس اپنی اختراع 'فلسفہ نظم قرآن' کا نام دیتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ایجاد کردہ 'نظم' کے اس فلسفے کو سمجھے بغیر کوئی شخص قرآن کو سمجھ نہیں سکتا۔

حالانکہ بات سیدھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں جیسی وضعی و منطقی ترتیب اور مضامین کا ربط ڈھونڈنا ایسا ہی فضول کام ہے جیسے کوئی شخص کسی قدرتی چمن کو دیکھ کر اس میں مصنوعی باغ کی سی روشیں اور قطاریں تلاش کرے یا کرّہ زمین کے مختلف پہاڑی سلسلوں اور اُن کی چوٹیوں میں ربط و نظم کی جستجو کرے۔

یہ انسانی نفسیات ہے کہ وہ ایک ہی موضوع پر مسلسل سوچ بچار نہیں کرسکتا۔ وہ ایک دائرے سے دوسرے دائرے اور ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اسی فطری مناسبت سے قرآن مجید کے مضامین میں بھی تنوّع پایا جاتا ہے۔

قدیم اہل عرب کے شعرا کے قصیدوں میں اور اُن کے خطبا کے خطبوں میں بھی کتابی اور منطقی ترتیب نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کے مضامین میں بھی تنوع اور رنگارنگی ہوتی تھی اور قرآن مجید اُنہی کے اُسلوب میں نازل ہوا ہے۔ جس میں بعض مقامات پر مضامین میں کچھ مناسبت تو ہوتی ہے مگر فلسفہ نظم نہیں ہوتا۔

اس اُمت کے محقق علما کبھی 'نظم قرآن' کے کو تفسیر قرآن میں حجت قرار دینے کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قائل [1]نہیں رہے۔ اس لیے فراہی مکتب فکر کے حاملین کی تفسیری کتب بھی تفسیر بالرائے مذموم کے ذیل میں آتی ہیں۔ تیرہویں صدی ہجری کے مجدّد اور مجتہد، امام شوکانی اپنی شہرۂ آفاق تفسیر 'فتح القدیر' میں 'نظم قرآن' کے نظریے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلم أن كثيرًا من المفسرين جاءوا بعلم متكلف، وخاضوا في بحر لم يكلفوا سباحته، واستغرقوا أوقاتهم في فن لا يعود عليهم بفائدة، بل أوقعوا انفسهم في التكلم بمحض الرأي المنهي عنه في الأمور المتعلقة بكتاب الله سبحانه، و ذلك أنهم أرادوا أن يذكروا المناسبة بين الآيات القرآنية المسرودة على هذا الترتيب الموجود في المصاحف، فجاءوا بتكلّفات، وتعسّفات يتبرأ منها الانصاف، ويتنزه عنها كلام البلغاء فضلاً عن كلام الربّ سبحانه، حتى أفردوا ذلك بالتصنيف، وجعلوه المقصد الأهمّ من التأليف، كما فعله البقاعي في تفسيره..."[2]

''جاننا چاہیے کہ بعض مفسرین ایک ایسے علم کے پیچھے پڑ گئے جس میں تکلّف ہی تکلّف تھا۔ وہ ایک ایسے سمندر میں غوطے لگاتے رہے جس میں تیرنے کے وہ مکلف ہی نہ تھے۔ اُنہوں نے ایک بے فائدہ فن میں اپنا وقت صرف کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے معاملے میں تفسیر بالرائے مذموم کے مرتکب ہوئے۔ وہ ساری عمر موجودہ قرآنی ترتیب کی آیات میں باہمی ربط اور نظم ڈھونڈتے رہے۔ بالکل غیر منصفانہ انداز میں اُنہوں نے اللہ سبحانہ کے کلام کو اس قسم کے تصنع اور بے جا تکلّفات کا حامل قرار دے دیا جن سے انسانی فصیح وبلیغ کلام بھی مبرّا اور پاک ہوتا

1 'مسئلہ نظم قرآن اور فراہی/غامدی مکتبِ فکر' پر تفصیلی موقف کے لئے 'محدث' کی مجلس ادارت کے رکن ڈاکٹر حافظ انس نضر مدنی کے مقالہ پی ایچ ڈی 'جمہور مفسرین اور مولانا فراہی کے اُصول تفسیر کا تقابلی جائزہ' میں اسی موضوع کے لئے مخصوص باب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

2 فتح القدیر از امام شوکانی: ص ۶۰، ۶۱ طبع ۲۰۰۱ء ریاض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہاں تک کہ اس حوالے سے اُنہوں نے کتابیں تصنیف کرلیں اور اس کام کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ بقاعی نے اپنی تفسیر میں یہی کچھ کیا ہے۔۔۔''

اس کے بعد امام شوکانی مذکورہ بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

"... ولنكتف بهذا التنبيه علىٰ هذه المفسدة التي تعثر في ساحاتها كثير من المحققين، وإنما ذكرنا هٰذا البحث في هذا الموطن، لأن الكلام هنا قد انتقل مع بني إسرائيل بعد أن كان قبله مع أبي البشر آدم عليه السلام، فإذا قال متكلف: كيف ناسب هذا ما قبله؟ قلنا: لا كيف:"[1]

''اور ہم اس فتنے سے، جسے بعض محققین (Researchers) پھیلا رہے ہیں، لوگوں کو خبردار کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے اس مقام پر جہاں ابوالبشر آدم علیہ السلام کے واقعے کے بعد بنی اسرائیل کا واقعہ شروع ہوتا ہے، یہ بحث چھیڑی ہے تاکہ جب کوئی 'ربطی' (یا 'نظمی') یہ سوال اُٹھائے کہ ان دونوں واقعات میں باہمی ربط کیا ہے؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ: کوئی ربط نہیں ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام شوکانی نظم قرآن اور ربطِ آیات کے فلسفے کے سخت خلاف تھے اور وہ اسے ایک فتنہ اور مفسدہ سمجھتے تھے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلوی بھی 'نظم قرآن' کے قائل نہ تھے اور وہ قرآنِ مجید کو ایک 'مرتب' کتاب نہیں مانتے تھے۔ وہ اپنی کتاب 'الفوز الکبیر' میں لکھتے ہیں:

''حکمت دریں باب موافقت مبعوث الیہم است در لسان و اُسلوبِ بیان۔ تا نزول قرآن در میان عرب ہیچ کتابے نہ بود۔ نہ کتابِ الٰہی نہ مؤلف بشر۔ و ترتیبے کہ حالا مصنفین اختراع نمودہ اند، عرب آں را نمی دانستند۔ اگر ایں را باور نمی داری قصائد شعرائے مخضرمین را تامل کن و رسائل آنحضرت و مکاتیب عمر را بر خواں۔ تا ایں معنی روشن شود۔ پس اگر خلاف طور ایشاں گفتہ شود بحیرت درمانند۔ و چیزے ناآشنا

1 فتح القدیر از امام شوکانی: ص ۶۰، ۶۱، طبع ۲۰۰۱ء، ریاض

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بگوش ایشاں مشوش سازد۔ و نیز مقصود نہ مجرد افادہ است بلکہ افادہ مع التکرار والاستحضار۔ وایں معنی در غیر مرتب اقویٰ واتم است“

”(قرآن کے غیر مرتّب ہونے میں) حکمت یہ ہے کہ ایسا اس کے مخاطبین کے لحاظ سے ہے۔ دراصل قرآن کے نزول کے وقت عربوں کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ نہ الہامی اور نہ کسی انسان کی لکھی ہوئی۔ لہٰذا جو ترتیب آج کتابوں کے مصنفوں نے اختیار کی ہے، اہل عرب اس سے بالکل ناواقف تھے۔ اگر ان شاعروں کا کلام دیکھا جائے جنہوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ یا اگر نبی ﷺ کے خطوط اور حضرت عمرؓ کے خطوط کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اگر قرآن کی ترتیب کے لیے کوئی ایسا انداز اختیار کیا جاتا جس سے اہل عرب واقف نہ ہوتے تو وہ اس قرآن کو سن کر اجنبیت (Strange ness) محسوس کرتے۔ ان کا ذہن اُلجھ کر رہ جاتا وہ صاف صاف باتیں بھی سمجھ نہ پاتے۔ لیکن قرآن کا مقصد ان کو صرف کوئی بات سمجھا دینا یا کسی واقعے کی خبر پہنچا دینا نہ تھا بلکہ اس کا مقصود یہ تھا کہ تمام باتیں اُن کے ذہن نشین کی جائیں۔ یہ مقصد صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا تھا، جب ہر بات اچانک غیر متوقع طور پر سامنے آئے۔ سننے والا اسے سن کر چونک اُٹھے وہ اس پر پوری توجہ دے، تاکہ وہ بات اس کے دل و دماغ پر نقش ہو جائے۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد صالح المنجد

میلاد النبی پر کی جانے والی بدعات اور مٹھائیوں وغیرہ کی شرعی حیثیت

اجتماعی قرآن خوانی اور فوت شدگان کو ایصالِ ثواب

سوال: ہم ہر ماہ کے آخری اتوار تیس کے لگ بھگ عورتیں اکٹھی ہو کر قرآن خوانی کرتی ہیں اور ہر ایک تقریباً ایک پارہ پڑھ کر ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ میں مکمل قرآن ختم ہو جاتا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس طرح ہر ایک کو پورے قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟... قرآن خوانی کے بعد ہم دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب زندہ اور فوت شدگان مؤمنوں کو پہنچائے تو کیا یہ ثواب اُن کو پہنچتا ہے۔ اس عمل کی دلیل کے طور پر نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان پیش کیا جاتا ہے:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»[1]

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین قسم کے اعمال کے: صدقہ جاریہ اور ایسا فائدہ مند علم جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں اور نیک و صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔''

الجواب بعون الوہاب: **اوّل:** قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے کتاب و سنت میں بہت زیادہ فضائل بیان ہوئے ہیں، لیکن قرآنِ کریم کی تلاوت اور اکٹھے ہو کر پڑھنے کا ثواب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس میں طریقہ بھی شرعی اختیار کیا جائے، کہ جمع ہونے والے لوگ اکٹھے ہوں اور قرآن مجید کی تفسیر اور اس کے مسائل سمجھیں اور ایک دوسرے کو بیان کریں، اور تلاوتِ قرآن کی تعلیم حاصل کریں۔ اور شرعی اجتماع میں یہ بھی شامل ہے کہ جمع ہونے والوں میں سے ایک شخص قرآن کی تلاوت کرے اور باقی افراد اسے سمجھنے اور غور و فکر کی خاطر سنیں، دونوں طرح ہی سنّتِ نبویہ سے ثابت ہے۔

اور ہر ایک شخص نے ایک پارہ پڑھا ہو تو اسے ہر شخص کے لیے مکمل قرآنِ مجید کی تلاوت کا ثواب

1 صحیح مسلم: ۳۰۸۴

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شمار کرنا صحیح نہیں، کیونکہ جمع ہونے والے ہر شخص نے پورا قرآن تو ختم نہیں کیا بلکہ سنا بھی نہیں، بلکہ سب نے تھوڑا تھوڑا تلاوت کیا ہے تو اُسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس نے تلاوت کیا ہے۔ سعودی عرب کی 'دائمی فتویٰ کونسل' کے علما کہتے ہیں:

"قرآن خوانی کے لیے جمع ہونے والوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک پارہ دینا تاکہ وہ اس کی تلاوت کرے، اسے مکمل قرآن یعنی ہر ایک کے لیے پورا قرآن شمار نہیں کیا جائے گا۔"[1]

دوم: قرآن مجید کی تلاوت کے بعد اجتماعی دعا مشروع نہیں اور نہ ہی قرآن خوانی کا ایصالِ ثواب فوت شدگان کے لیے جائز ہے، اور نہ ہی زندوں کے لیے، کیونکہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کوئی عمل کیا۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا میں اپنے والدین کے لیے قرآن مجید ختم کر سکتا ہوں کیونکہ وہ پڑھے لکھے نہیں؟ اور کیا میرے لیے کسی پڑھے ہوئے شخص کی جانب سے قرآن مجید ختم کرنا جائز ہے کیونکہ میں اسے قرآن کا ثواب ہدیہ کرنا چاہتا ہوں، اور کیا ایک سے زائد اشخاص کے لیے قرآن ختم کر سکتا ہوں؟ شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

"نہ تو کتاب اللہ میں اور نہ ہی سنتِ مطہرہ میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی ایسی دلیل ملتی ہے جو والدین یا کسی اور کو قرآنِ مجید کی تلاوت کا ثواب ہدیہ کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہو۔ بلکہ قرآنِ مجید کی تلاوت سے خود فائدہ اُٹھانا اور استفادہ کرنا مشروع ہے، اور اس کے معانی پر غور و فکر اور تدبر کرنا اور اس پر عمل کرنا مشروع کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

"یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور فکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔"[2]

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ارشادِ باری تعالیٰ اس طرح ہے:

"یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے۔"[3]

1 دیکھیے: فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء: ٢/ ٤٨٠

2 سورۃ ص:۲۹

3 سورۃ الاسراء:۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”کہہ دیجئے یہ تو مؤمنوں کے لیے ہدایت و شفا کا باعث ہے۔“[1]

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلُ عِمْرَانَ .. كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا حِزْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا»[2]

”روزِ قیامت قرآنِ مجید پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا، سورۃ البقرۃ اور آلِ عمران آگے ہوں گی گویا کہ وہ دو بادل ہیں یا پرندوں کے دو جھنڈ ہوں وہ ان کا دفاع کر رہی ہوں گی۔“

مقصد یہ ہے کہ قرآنِ مجید اس لیے نازل ہوا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کی تلاوت کثرت سے ہو، نہ کہ اس لیے کہ فوت شدگان کے لیے ہدیہ اور ایصالِ ثواب کے لیے پڑھا جائے۔ میرے علم کے مطابق والدین وغیرہ کو ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنے کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس پر اعتماد کیا جا سکے، اور رسول کریم ﷺ کا فرمان یہ ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»[3]

”جس کسی نے بھی کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔“

بعض اہل علم اسے جائز قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ قرآنِ مجید یا دوسرے اعمال صالحہ کا ثواب ہدیہ کرنے میں کوئی مانع نہیں، اُنہوں نے اسے صدقہ اور فوت شدگان کے لیے دعا پر قیاس کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ مذکورہ بالا اور اس موضوع کی دوسری احادیث کی بنا پر پہلا قول ہی صحیح ہے۔

اور اگر تلاوت کا اجر و ثواب ہدیہ کرنا مشروع اور جائز ہوتا تو سلف صالحین رحمہم اللہ بھی ایسا ضرور کرتے، اور پھر عبادت میں تو قیاس کرنا جائز ہی نہیں، کیونکہ عبادات توقیفی ہیں، ان میں کمی و زیادتی نہیں کی جاسکتی اور عبادت کا ثبوت یا تو کلام اللہ سے یا پھر سنّت رسول اللہ سے ہو گا، اس کے علاوہ نہیں، اس کی دلیل وہی سابقہ حدیث ہے۔“[4]

١ سورۃ فصلت: ۴۴
٢ صحیح مسلم: ۱۹۱۲
٣ صحیح مسلم: ۴۴۹۳
٤ دیکھیے: مجموع فتاویٰ شیخ ابن باز: ۸/ ۳۶۰، ۳۶۱

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور ان کا اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں کہ ” جب ابن آدم مر جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین قسم کے عمل ایسے ہیں جو جاری رہتے ہیں...“

بلکہ جب اس حدیث پر غور کیا جائے تو یہ فوت شدگان کے لیے قرآن خوانی وغیرہ کے ایصال ثواب کی عدم مشروعیت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ”نیک وصالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ”وہ اُس کے لیے قرآن خوانی کرتی ہے۔“

میلاد کی اجتماعی مجلس اور اس میں دعاے رابطہ

سوال: ہمارے ہاں اس طرح عید میلاد النبی منائی جاتی ہے جو صبح دس بجے شروع ہو کر شام تین بجے تک جاری رہتی ہے۔ اس مجلس کی ابتدا استغفار، حمد و تسبیح، تکبیرات اور نبی ﷺ پر درود و سلام سے ہوتی ہے اور پھر ہم قرآن پڑھتے ہیں، اور بعض عورتیں اس دن روزہ بھی رکھتی ہیں تو کیا اس دن کو یہ مذکورہ عبادات کے لیے مخصوص کرنا بدعت شمار ہوگا؟

اسی طرح ہمارے ہاں ایک بہت لمبی دعا ہے جو سحری کے وقت کی جاتی ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس دعا کا نام 'دعاے رابطہ' ہے۔ اس دعا میں نبی کریم ﷺ پر دورد و سلام، آپ کے صحابہ پر رحمت، جملہ انبیا، اُمہات المؤمنین اور صحابیات پر سلام، خلفاے راشدین اور تابعین عظام اور اولیا و صالحین پر رحمت کی دعا کے ساتھ ہر ایک اپنا نام ذکر کرتا ہے۔ اور کیا یہ صحیح ہے کہ ان سب ناموں کا ذکر کرنے سے وہ ہمارا تعارف کر لیتے ہیں اور جنت میں ہمیں پکاریں گے، کیا یہ دعا بدعت نہیں؟

میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ یہ بدعت ہے، لیکن اکثر عورتیں میری مخالفت کرتی ہیں، اگر میں غلطی پر ہوں تو کیا اللہ مجھے سزا دے گا، اور میں حق پر ہوں تو مجھے بتائیں کہ میں اُنہیں کیسے مطمئن کر سکتی ہوں؟ میں اس مسئلہ سے بہت پریشان ہوں جب بھی نبی کریم ﷺ کی درج ذیل حدیث ذہن میں آتی ہے تو میری پریشانی اور غم اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«كُلّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلّ ضَلَالَةٍ فِي النَّار»[1]

” ہر نیا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔“

1 سنن نسائی: ۱۵۸۹

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جواب: عید میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے، اور اس میں معین عبادات مثلاً سبحان اللہ والحمد للہ اور اعتکاف اور قرآن مجید کی تلاوت اور روزے وغیرہ کی تخصیص کرنا بدعت ہے ایسا کرنے والے کو کوئی اجر و ثواب حاصل نہیں ہو گا کیونکہ یہ مردود ہے۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»[1]

''جس کسی نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی نیا کام ایجاد کیا تو وہ مردود ہے۔''

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

''جس کسی نے بھی کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔''

امام فاکہانی کہتے ہیں:

''میرے علم کے مطابق کتاب وسنت میں اس میلاد کی کوئی دلیل نہیں، اور نہ ہی علمائے اُمت میں سے کسی معتبر اور قدوۂ دین عالم دین سے اس پر عمل کرنا ثابت ہے جو سلف صالحین کے آثار پر عمل کرنے والے ہوں، بلکہ یہ بدعت ہے جسے باطل اور شہوانی قسم کے افراد... جو کھانے پینے کو مشغلہ بنائے ہوئے تھے... کی ایجاد ہے۔''[2]

اور شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے بھی اس کے متعلق کئی بار سوال کیا گیا جو ہم ذیل میں بمع جواب پیش کر رہے ہیں:

یہ سوال بار بار آتا رہا ہے کہ نبی ﷺ کی پیدائش کے دن محفل میلاد منعقد کرنا، آپ ﷺ کی ان محفلوں میں حاضری کا اعتقاد رکھ کر از روئے تعظیم و تکریم آپ کے خیر مقدم میں کھڑے ہو جانا، آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا اور میلادوں میں کئے جانے والے اس طرح کے دیگر اعمال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ یا کسی اور کی پیدائش پر محفل میلاد منعقد کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام میں ایک نو ایجاد بدعت ہے، کیونکہ پہلی تین افضل صدیوں میں رسول اللہ ﷺ، آپ کے خلفاے

۱ صحیح بخاری: ۲۶۹۷؛ صحیح مسلم: ۴۴۹۳
۲ دیکھیے: المورد فی عمل المولد (بحوالہ کتاب: رسائل فی حکم الاحتفال بالمولد النبوی)

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

راشدین، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تابعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش کا جشن نہیں منایا جبکہ وہ بعد میں آنے والے لوگوں کے مقابلہ میں سنّت کا زیادہ علم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت رکھنے والے اور طریقۂ نبوی کی مکمل پیروی کرنے والے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»[1]

"جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا کام نکالا جو (دراصل) اس میں سے نہیں تو وہ ناقابل قبول ہے۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ »[1]

"تم میری سنّت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی سنّت کو لازم پکڑو اُسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔"

ان دونوں حدیثوں میں بدعات ایجاد کرنے اور ان پر عمل کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مبین قرآنِ کریم میں فرمایا:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾[2]

"اور تمہیں جو کچھ رسول دیں لے لو اور جس سے روک دیں، رک جاؤ۔"

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾[3]

سنو! جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی

۱ سنن ابوداود: ۴۶۰۹

۲ سورۃ الحشر: ۷

۳ سورۃ النور: ۶۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زبردست آفت نہ آپڑے یا اُنہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔"

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴾[1]

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہو، اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾[2]

"اور جو مہاجرین وانصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾[3]

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔"

اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں بہت زیادہ ہیں۔

اس طرح کی میلادی مجالس کو ایجاد کرنے کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لئے دین مکمل نہیں کیا، اور جن باتوں پر عمل کرنا اُمت کے لئے ضروری تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے اُن

۱ سورۃ الاحزاب:۲۱

۲ سورۃ التوبۃ:۹

۳ سورۃ المائدۃ:۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک نہیں پہنچایا، یہاں تک کہ جب بعد میں یہ بدعتی لوگ آئے تو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت میں ایسی چیزوں کو ایجاد کیا جن کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی تھی اور اُن لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ اعمال اُنہیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔

بلاشبہ دین میں اس طرح کی نئی چیزوں کا ایجاد کرنا انتہائی خطرناک اور اللہ و رسول پر اعتراض ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دین کو مکمل فرما کر اپنی نعمت کا اِتمام کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر دین کو پہنچا دیا اور اُنہیں جنّت تک پہنچانے اور جہنّم سے نجات دلانے والے ہر راستہ کی راہنمائی فرمادی۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں حضرت عبد اللہؓ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلاَّ كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ»[1]

مجھ سے پہلے اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس پر واجب تھا کہ وہ اپنی اُمّت کے لئے جن چیزوں میں خیر سمجھے، ان کی راہنمائی کرے اور جن چیزوں میں شر سمجھے ان سے روکے۔

یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ انبیا میں سب سے افضل اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی تھے اور اُمت تک دین پہنچانے اور ان کی خیر خواہی میں سب سے کامل تھے، اگر یومِ پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین سے ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ اسے اُمّت کے لئے ضرور بیان فرماتے، یا اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس طرح کے جشن منا کر دکھلاتے، یا کم از کم آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی یومِ پیدائش پر جشن میلاد ضرور مناتے، لیکن جب عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں یہ سب کچھ نہیں ہوا تو یہ بات واضح ہوگئی کہ محفل میلاد کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے، بلکہ وہ ان نئے ایجاد کردہ کاموں میں سے ہے جن سے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی اُمّت کو بچنے کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ سابقہ دونوں حدیثوں میں بدعات سے اجتناب کی تاکید گزر چکی ہے، اور اس مفہوم میں دوسری حدیثیں بھی وارد ہیں، مثلاً خطبہ جمعہ میں نبی ﷺ کا یہ فرمان:

« أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَرُّ

[1] صحیح مسلم: ۴۸۸۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ »[1]

"اما بعد بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کئے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

مذکورہ بالا اور دیگر دلائل کی بنیاد پر علمائے کرام نے میلادی محفلوں کو صراحتاً خلافِ شرع قرار دیا اور ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ بعض متاخرین نے فریق اوّل کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے ان میلادی محفلوں کے انعقاد کو اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ وہ خلافِ شرع ناجائز کاموں پر مشتمل نہ ہوں، مثلاً رسول اللہ ﷺ کے بارے میں غلو کرنا، مرد وزن کا اختلاط، گانے بجانے کے آلات کا استعمال اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کو شریعتِ مطہرہ غلط قرار دیتی ہے۔ اور جواز کے قائلین ان میلادوں کو بدعتِ حسنہ سمجھتے۔

ایک شرعی قاعدہ: شریعت اسلامیہ کے جس مسئلہ میں لوگ تنازع کا شکار ہو جائیں اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی جانب لوٹایا جائے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾[2]

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾[3]

"اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔"

چنانچہ جب ہم نے مسئلہ میلاد کو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ مجید کی جانب لوٹایا تو ہم نے رسول

---

۱ صحیح مسلم: ۸۶۷
۲ سورۃ النساء: ۵۹
۳ سورۃ الشوریٰ: ۱۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کی اور منع کردہ چیزوں سے اجتناب کا حکم دیتے ہوئے پایا، اور یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس اُمت کے لئے دین کو مکمل فرما دیا ہے اور یہ میلاد دین رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں سے نہیں ہیں، لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ محفل میلاد کا تعلق اس کامل اکمل دین سے نہیں ہے، جس کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح ہم نے اس مسئلہ کو سنتِ رسول کی جانب بھی لوٹایا تو اس بارے میں نہ تو نبی ﷺ کا کوئی عمل اور نہ ہی کوئی حکم اور نہ ہی صحابہ کا کوئی عمل ملا تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محفل میلاد کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ بدعت اور دین میں نئی پیدا کردہ چیز ہے، نیز اس میں یہود ونصاریٰ کی عیدوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

چنانچہ معمولی درجہ کی بصیرت، معرفتِ حق کا شوق اور اس کی طلب میں انصاف پسندی رکھنے والے ہر شخص پر یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ محفل میلاد کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بچنے کی تاکید کی ہے۔

ایک صاحبِ عقل وخرد کو اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں بلکہ شریعت کی دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے یہود ونصاریٰ کی بابت فرمایا:

﴿ وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ [1]

”یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود ونصاریٰ کے سوا کوئی نہیں جائے گا، یہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں۔ ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو۔“

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ﴾ [2]

”اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے۔“

ان میلادی محفلوں کے بدعت ہونے کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ اکثر وبیشتر میلاد کی ان

١ سورۃ البقرۃ:١١١

٢ سورۃ الانعام:١١٦

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

محفلوں میں دیگر حرام کاریاں بھی ہوتی ہیں مثلاً مرد وزن کا اختلاط، گانے بجانے ڈھول تاشے کے آلات، اور نشہ آور اشیا کا استعمال اور ان کے علاوہ دیگر بہت سی برائیاں اور بسا اوقات ان محفلوں میں مذکورہ برائیوں سے بڑھ کر شرکِ اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی ذات یا دیگر اولیائے کرام کے بارے میں غلو کرنا، اُنہیں پکارنا، اُن سے فریاد رسی اور مدد کا سوال کرنا، وغیرہ اور ان کی بابت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور اس طرح کے بہت سے کفریہ اعتقادات جن کا ارتکاب میلادِ نبوی اور اولیا کے میلادوں کے موقع پر کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا صحیح فرمان کتب احادیث میں آیا ہے:

« وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ »[1]

”دین میں غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب دین میں غلو تھا۔“

نیز نبی ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

« لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُ اللهِ، فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ »[2]

”تم (حد سے زیادہ تعریفیں کرکے) مجھے میرے مقام سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔“

قابل تعجب بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس طرح کے غیر شرعی اجتماعات میں شرکت کے لئے انتہائی سرگرم اور کوشاں نظر آتے ہیں اور بوقتِ ضرورت اس کی جانب سے دفاع بھی کرتے ہیں، جبکہ دوسری طرف وہی لوگ جمعہ اور اللہ کے دیگر فرائض سے بالکل پیچھے نظر آتے ہیں، نہ ہی وہ فرائض کی کچھ پروا کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے چھوڑنے کو کوئی بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب کچھ کمزور ایمان، کم علمی، اور گوناگوں گناہوں کے ارتکاب کے سبب دلوں کے انتہائی زنگ آلود ہو جانے کی وجہ سے ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۱ سنن نسائی: ۳۰۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۹.... صححہ الالبانی
۲ صحیح بخاری: ۳۴۴۵

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ ازروئے تعظیم وتکریم آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ رسول ﷺ میلاد میں حاضر ہوتے ہیں، یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں اور نہ لوگوں میں سے کسی سے ملاقات کر سکتے ہیں، اور نہ ہی ان مجلسوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ ﷺ اپنی قبر میں قیامت تک رہیں گے، اور آپ ﷺ کی روح مقدس بابرکت کرامت (جنت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون میں فرمایا:

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝﴾[1]

"اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اُٹھائے جاؤ گے۔" اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ»[2]

"روزِ قیامت سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں قبر سے باہر نکلوں گا، اور میں سب سے پہلا سفارشی ہوں گا، اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی۔"

آپ ﷺ پر ربِّ کریم کی جانب سے بے پایاں درود وسلام نازل ہو!!

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیثِ نبوی اور اس معنیٰ کی دیگر آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے علاوہ دیگر مردے قیامت کے روز ہی اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ یہ علمائے اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

لہٰذا ہر بندۂ مسلم کو اس طرح کے مسائل سے واقف ہونا چاہئے اور جاہلوں کی نو ایجاد بدعات وخرافات سے گریز کرنا چاہئے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے۔

دوم: رہا مسئلہ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا تو یہ تقربِ الٰہی کا افضل ترین ذریعہ اور بلند اعمال صالحہ میں ایک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا

1 سورۃ المومنون: ۱۶
2 صحیح مسلم: ۶۰۷۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ [1]

"اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجتے رہا کرو۔"

اور نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

« مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا وَكَتَبَ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ » [2]

"جو میرے اوپر ایک بار درود بھیجے تو اللہ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتا ہے۔"

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہے، بلکہ کسی بھی وقت آپ پر درود بھیجا جا سکتا ہے۔ نماز کے آخر یعنی تشہد میں اس کے پڑھنے کی تاکید ہے، بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک ہر نماز کے آخری تشہد میں اس کا پڑھنا واجب ہے، اور بہت سے مقامات پر سنت مؤکدہ ہے، مثلاً اذان کے بعد، آپ ﷺ کے تذکرہ کے وقت، جمعہ کے دن، اور اس کی رات میں جیسا کہ بہت سی احادیث سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر ایک کو سنت پر کاربند اور بدعت سے اجتناب کی نعمت سے نوازے۔ وہ اللہ سخی اور مہربان ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی محمد ﷺ آپ کے اہل و عیال اور ساتھیوں پر رحمت نازل فرمائے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسری جگہ یہ فرمان ہے:

"اگر میلاد النبی ﷺ مشروع ہوتی تو رسولِ کریم ﷺ اپنی اُمت کے لیے اسے ضرور بیان فرماتے؛ کیونکہ رسول کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خیر خواہ تھے، اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں جو کوئی ایسی بات بیان کرے جس سے نبی کریم ﷺ خاموش رہے ہوں؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔"

کتاب و سنت میں یہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا لوگوں پر کیا حق ہے۔ آپ کے حقوق میں آپ سے محبت کرنا، اور آپ کی شریعت اور سنتِ مطہرہ کی پیروی و اتباع کرنا

۱ سورۃ الاحزاب:۵۶

۲ جامع ترمذی:۴۸۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شامل ہے اور اس کے علاوہ باقی حقوق کی ادائیگی کرنا بھی جن کی وضاحت قرآن وسنت میں ہوئی ہے۔
نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کی ولادت باسعادت کا جشن میلاد النبیؐ منانا مشروع ہے تاکہ اس پر عمل کیا جائے اور نبی کریم ﷺ نے خود بھی ساری زندگی اس پر عمل نہیں کیا اور نہ آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو سب لوگوں سے زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے تھے، اور آپ ﷺ کے حقوق کو جاننے والے اور علم رکھنے والے تھے۔
نہ تو اُنہوں نے اور نہ ہی خلفاے راشدین نے اور نہ ہی کسی اور نے میلاد النبی کا جشن منایا، پھر خیر القرون یعنی پہلے تین بہترین دور کے لوگوں نے بھی اس جشن کو نہیں منایا، کیا آپ کے خیال میں یہ سب لوگ نبی کریم ﷺ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی وکوتاہی کرنے والے تھے، حتیٰ کہ یہ بعد میں آنے والے افراد نے اس نقص اور کمی کو واضح کیا اور اس حق کو پورا کیا؟!
نہیں اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام آپ ﷺ کے حقوق سے جاہل وغافل تھے، یا اس میں کمی وکوتاہی کی، کوئی عقل مند ایسی بات اپنی زبان سے نکال ہی نہیں سکتا جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے حالات سے واقف ہو۔
عزیز قارئین! جب واضح ہو گیا کہ میلاد النبی کا جشن نبی کریم ﷺ کے دور میں موجود نہ تھا اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ کرام کے ادوار میں اس پر عمل کیا گیا، اور نہ ہی یہ چیز ان کے ہاں معروف تھی تو اس سے آپ کو یہ علم بھی ہو گیا کہ یہ دین میں نیا ایجاد کردہ کام ہے اور یہ بدعت کہلاتا ہے، اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس کی دعوت دینی اور اس میں شریک ہونا جائز ہے، بلکہ اس سے روکنا اور منع کرنا اور لوگوں کو اس سے بچانا واجب ہے۔''[1]

سوم: کسی بھی شخص کے لیے کسی دعا اور ذکر کی اختراع کرنا اور اسے نشر کرنا اور پھیلانا جائز نہیں، اور دعاء الرابطة نامی دعا بدعت ہے اور اس میں یہ سوچ اور فکر پیش کی گئی ہے کہ جن سے مانگا جا رہا ہے، انہیں ذہن میں اپنے سامنے رکھا جائے اور یہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ وہ دعا کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور اُنہیں جنت میں بلائیں گے؛ یہ سب وہمی خیالات اور صوفیوں کی اختراعات ہیں جن کی دین اسلام میں کوئی اصل نہیں ملتی۔
وہ شرعی ضوابط اور اُصول وقواعد جن سے مسلمان شخص سنّت وبدعت اور غلط وصحیح کی پہچان کر

1 دیکھیں: مجموع فتاویٰ شیخ ابن باز: ۶/ ۳۱۸، ۳۱۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے، وہ بالکل واضح ہیں وہ اس طرح کہ "عبادات میں اصل ممانعت ہے، لیکن جب کسی عبادت کی دلیل مل جائے تو وہ جائز ہے، اسلئے اللہ کی عبادت اور اللہ کا قرب اس صورت میں ہی کیا جائے گا جس کی کتاب وسنت میں اس کی مشروعیت پر کوئی دلیل ملتی ہو۔"

اور مسلمان کے لیے دوسرا اصول یہ ہے کہ وہ اتباع و پیروی کرے، نہ کہ ابتداع یعنی بدعات کی ایجاد اور بدعات پر عمل نہ کرے، کیونکہ بدعت کا عمل کرنے والے کا وہ عمل مردود ہے اس کے منہ پر دے مارا جائے گا۔

اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو ہمارے لیے شریعت کی تکمیل کر دی ہے، اور اپنی نعمت ہم پر مکمل کر دی ہے، پھر اس طرح کی بدعت کیا ضروری ہے کہ وہ ہماری زندگی میں ضرور ہونی چاہیے حالانکہ جو صحیح اور ثابت ہے، اس پر تو ہم عمل پیرا نہیں ہوتے؟

اُمید ہے کہ جو کچھ بیان کر دیا گیا ہے، ان بہنوں کے لیے اس قسم کی بدعات سے اجتناب کرنے کے لیے وہی کافی ہوگا، اور ہم ان بہنوں کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے اچھی طرح سنّت کی پیروی کریں۔ اور اُنہیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بدعتی کی عبادت قبول نہیں فرماتا، چاہے وہ جتنی بھی کوشش و جدوجہد کرے اور کتنا بھی مال اس میں صرف کر ڈالے کیونکہ "سنّت پر عمل کرنا چاہیے خواہ سنت تھوڑی ہی ہو بدعت میں اجتہاد (مشقت و جستجو) کرنے سے بہتر ہے۔" جس طرح جلیل القدر صحابی رسول عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيتُمْ، عَلَيْكُمْ بِالْأَمْرِ الْعَتِيقِ[1]

"تم اتباع ہی کیا کرو اور (دین میں) نئے نئے کام ایجاد نہ کیا کرو، کیونکہ تمھیں اس سے بچا لیا گیا ہے۔ اور تم اُسی امر کو لازم پکڑو جو پہلے سے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے) موجود تھا۔"

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہماری ان بہنوں کو ان اعمال اور طریقہ کی راہنمائی فرمائے جس میں اللہ کی رضا و خوشنودی پنہاں ہے، اور ہم آپ کو حسن تبلیغ کی وصیت کرتے ہیں کہ آپ اچھے اور بہتر اُسلوب میں اُنہیں سنّت پر عمل کرنے کی دعوت دیں اور آپ اس میلاد میں اُن کے ساتھ شریک مت ہوں اور اس میں جو تکلیف آپ کو پہنچے اس پر صبر و تحمل سے کام لیں۔

1 حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از البانی: ص ۱۰۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میلاد النبی کے روز تقسیم کردہ اشیا کھانے کا حکم

سوال: کیا حضرت محمد ﷺ کی میلاد کے سلسلہ میں تقسیم کردہ اشیا اور کھانے وغیرہ کھانا جائز ہیں؟ کچھ لوگ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ابو لہب نے جب نبی کریم ﷺ کی میلاد میں لونڈی آزاد کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس روز اس کے عذاب میں کمی کر دی۔

جواب: اوّل: شریعتِ اسلامیہ میں کوئی ایسی عید نہیں جسے عید میلاد النبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہو، اور پھر صحابہ کرام اور نہ ہی تابعین عظام حتی کہ ائمہ اربعہ اور دوسرے علما بھی اپنے دین میں اس دن کو جانتے تک نہ تھے، بلکہ اس عید کو تو باطنیہ میں سے بعض جاہل اور بدعتی لوگوں نے ایجاد کیا، اور پھر لوگ اس بدعت پر عمل کرنے لگے۔ ہر دور اور ہر جگہ علمائے کرام اس کو برا جانتے اور اس سے روکتے رہے۔

دوم: اس بنا پر اس دن جو کام بھی لوگ اس سے خاص کرتے ہیں وہ حرام اور بدعی کاموں میں شمار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ہماری اس شریعت میں اس بدعی عید کو جاری کرنا چاہتے ہیں، مثلاً جشن منانا یا کھانے وغیرہ تقسیم کرنا جیسے امور۔

شیخ صالح فوزان اپنی کتاب 'البیان لاخطاء بعض الکتاب' میں بیان کرتے ہیں:

> ''کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ اعمال پر چلنے اور دین میں بدعت ایجاد کرنے کی ممانعت کسی پر مخفی نہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾[1]

> ''کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری (محمد ﷺ کی) پیروی اور اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

اور ایک مقام پر اس طرح فرمایا:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾[2]

۱ سورۃ آل عمران:۳۱

۲ سورۃ الانعام:۱۵۳

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

”تم اس کی پیروی کرو جو تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی اتباع مت کرو، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔“[1]

اور ایک مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾[2]

”اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔“

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا»[3]

”یقیناً سب سے سچی بات کتاب اللہ ہے، اور سب سے بہتر اور اچھا طریقہ محمد ﷺ کا ہے، اور سب سے برے اُمورِ دین میں بدعات کی ایجاد ہے۔“

اور ایک دوسری حدیث میں رسولِ کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”جس کسی نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“[4]

اور صحیح مسلم شریف کی روایت میں ہے:

”جس کسی نے بھی کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔“[5]

اور لوگوں نے جو بدعات ایجاد کی ہیں، اُن میں ربیع الاوّل کے مہینہ میں میلاد النبی کا جشن منانا بھی شامل ہے اور لوگوں میں اس جشن وعید کے حوالے سے کئی طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں:

① کچھ لوگ تو صرف اس جشن میں اکٹھے ہوتے ہیں اور اس میں اکٹھے ہو کر نبی کریم ﷺ کی ولادت

١ سورۃ الاعراف:٣

٢ سورۃ الانعام:١٥٣

٣ سنن النسائی:١٥٨٩

٤ صحیح بخاری:٢٦٢٧

٥ صحیح مسلم:٣٢٩٣

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کا قصہ پڑھتے، یا پھر اس مناسبت سے تقاریر اور قصیدے پڑھتے ہیں۔

② کچھ لوگ اس مناسبت سے کھانا وغیرہ اور مٹھائی تیار کر کے حاضرین کو پیش کرتے ہیں۔

③ کچھ لوگ مساجد میں قیام، اور کچھ لوگ اپنے گھروں میں قیام اور عبادت کرتے ہیں۔

④ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو مندرجہ بالا اُمور پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ اجتماع دیگر حرام اور برائیوں پر مشتمل ہوتا ہے جس میں مرد و عورت کا اختلاط اور رقص و سرور کی محفل اور گانا بجانا بھی شامل ہے، یا پھر وہ شرکیہ اعمال مثلاً نبی کریم ﷺ سے استغاثہ اور آپ کو دشمن کے خلاف اپنی مدد کے لیے پکارتے ہیں۔

اور یہ سب اشکال و انواع اور اس کے کرنے والوں کے اغراض و مقاصد مختلف ہونے کے باوجود بلاشک وشبہ یہ عید و جشن حرام اور بدعت ہے جو دین میں قرونِ مفضلہ کے کئی سالوں کے بعد ایجاد کی گئی ہے۔ اس بدعت کو ایجاد کرنے والا سب سے پہلا شخص ملک المظفر ابو سعید کوکبوری ہے جو چھٹی صدی کے آخر یا ساتویں صدی کے شروع میں 'اربل' کا بادشاہ تھا، جیسا کہ مؤرخین مثلاً ابن کثیر اور ابن خلکان وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور ابو شامہ کہتے ہیں:

"موصل میں اس کو منانے والا سب سے پہلا شخص عمر بن محمد ملا تھا جو صالحین میں سے ایک صالح مشہور ہے، شاہِ اربل نے اس کی پیروی میں یہ جشن منایا تھا۔" [1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ابو سعید کوکبوری کے ترجمہ میں کہتے ہیں:

"یہ شخص ربیع الاول میں میلاد النبی کا بہت بڑا جشن منایا کرتا تھا۔"

پھر کہتے ہیں: سبط کا کہنا ہے کہ "مظفر کے جشن میلاد النبی میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ: اس جشن اور کھانے میں ملک مظفر پانچ ہزار بکرے اور دس ہزار مرغیاں بھون کر اور ایک لاکھ زبدہ اور تیس ہزار حلوے کی پلیٹیں پیش کرتا۔"

مزید لکھتے ہیں کہ "اور وہ صوفیوں کے لیے ظہر سے فجر تک محفل سماع قائم کرتا اور ان کے ساتھ خود بھی رقص کرتا تھا۔" [2]

اور وفیات الاعیان میں ابن خلکان کہتے ہیں:

١ دیکھیے: الباعث لأخطاء بعض الکتاب: ۲۷۰،۲۶۸

۲ دیکھیے البدایۃ: ۱۳/ ۱۳۷

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور جب صفر کے ابتدائی ایام شروع ہوتے تو وہ ان قبوں کو مختلف قسموں کے قمقموں اور فخریہ زیبائش سے مزین کرتے، اور ہر قبے میں ایک گروپ گانے والا اور ایک گروپ اربابِ خیال اور ایک گروپ کھیل تماشہ کرنے والا بیٹھتا، اور ان طبقات میں (قبوں کے طبقہ میں سے) سے کوئی طبقہ خالی نہ چھوڑتے بلکہ اس میں گروپ مرتب کرتے۔"[1]

تو پھر اس دن بدعتی لوگ جو سب سے بڑا کام کرتے اور اس کا احیا کرتے ہیں وہ مختلف قسم کے کھانے پکا کر تقسیم کرنا اور لوگوں کو کھانے کی دعوت دینا ہے، اس لیے اگر مسلمان اس عمل میں شریک ہو کر ان کا کھانا کھائے اور ان کے دستر خوان پر بیٹھے تو بلا شک وشبہ وہ اس بدعت کو زندہ کرنے میں معاون اور شریک ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾[2]

"اور تم نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو اور برائی و گناہ اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔"

اسی لیے اہل علم کے فتاویٰ جات میں اس روز اور بدعتیوں کے دوسرے تہواروں میں تقسیم کیا جانے والا کھانا اور اشیا تناول کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ ابن باز سے پوچھا گیا کہ میلاد النبی کے موقع پر ذبح کردہ گوشت کھانے کا حکم کیا ہے؟ تو آپ کا جواب تھا:

"اگر تو وہ میلاد والے (یعنی جس کا میلاد منایا جارہا ہے) کے لیے ذبح کیا گیا ہے تو یہ شرکِ اکبر ہے، لیکن اگر اس نے کھانے کے لیے ذبح کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اسے کھانا نہیں چاہیے، اور نہ ہی مسلمان اس مجلس اور میلاد میں حاضر ہو تاکہ وہ برائی کا عملی اور قولی طور پر انکار کر سکے؛ اِلا یہ اگر وہ اُنہیں نصیحت کرنے اور اس بدعت کو واضح کرنے کے لیے وہاں جائے لیکن اس میں سے کچھ نہ لے۔"[3]

میلاد النبی کی مٹھائی خریدنا

سوال: کیا عید میلاد النبی ﷺ سے ایک روز قبل یا ایک روز بعد...یا میلاد النبی کے دن میلاد کی مٹھائی

۱ دیکھیے وفیات الاعیان: ۳/ ۲۷۴

۲ سورۃ المائدۃ: ۲

۳ مجموع الفتاویٰ: ۹/ ۷۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کھانا حرام ہے، اور میلاد کی مٹھائی خریدنے کا حکم کیا ہے کیونکہ یہ مٹھائی انہی ایام میں مارکیٹ میں آتی ہے، برائے مہربانی شریعت مطہرہ سے راہنمائی فرمائیں۔

جواب: اوّل: میلاد منانا بدعت ہے، نہ تو نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی یا کسی امام سے، بلکہ یہ تو بدعتیوں اور تہواروں کے رسیا لوگوں نے ایجاد کیا ہے، جس طرح انہوں نے دوسری بدعات وگمراہیاں ایجاد کیں، اسی طرح یہ بھی۔

دوم: اصل میں ضرر اور نقصان سے خالی مٹھائی وغیرہ خریدنا اور کھانا جائز ہے، جب تک اس میں کسی برائی میں معاونت نہ ہوتی ہو، یا پھر اس کی ترویج اور اس بدعت کو مسلسل کرنے کا باعث نہ بنتی ہو۔

ظاہر یہی ہوتا ہے کہ جشن میلاد کے ایام میں میلاد النبی کی مٹھائی خریدنا اس کی ترویج اور ایک قسم کی معاونت کا باعث ہے، بلکہ یہ ایک طرح کا جشن میلاد اور اسے عید منانا ہے، کیونکہ عید وہ ہے جس کے لوگ عادی ہوں، اس لیے اگر تو لوگوں کا جشن میلاد میں یہ معین چیز کھانا عادت ہو، یا پھر وہ اسے میلاد کے لیے ہی تیار کرتے ہوں اور باقی ایام میں نہ ملتی ہو تو اس کی خرید و فروخت اور کھانے اور اس دن اس کا ہدیہ دینا جشن میلاد منانے کی ہی ایک قسم ہوئی، اس لیے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

دائمی فتوی کونسل، سعودی عرب کے فتاویٰ جات میں محبت کے تہوار ویلنٹائن ڈے کے تہوار اور اس کے متعلقہ سرخ رنگ کی مٹھائی جس پر دل کی تصویر بنی ہوتی ہے کے متعلق درج ہے:

"کتاب و سنت کے صریح دلائل سے ثابت ہوتا ہے اور امت کے سلف صالحین اس پر جمع ہیں کہ اسلام میں صرف دو عیدیں اور تہوار ہیں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ اس کے علاوہ کوئی عید اور تہوار نہیں، چاہے وہ تہوار کسی شخص کے متعلق ہو یا جماعت کے یا کسی واقعہ و حادثہ کے، یا کسی بھی موضوع اور معنیٰ کے متعلق، یہ سب تہوار بدعت ہیں، اہل اسلام کے لیے ان تہواروں کا منانا جائز نہیں، اور نہ ہی ان کے لیے اس میں خوشی و سرور کا اظہار کرنا جائز ہے، اور ان کے لیے کسی بھی طرح اس میں معاونت کرنی بھی جائز نہیں۔"

کیونکہ یہ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنا ہے؛ اور جو کوئی بھی اللہ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو وہ اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ اسی طرح مسلمان کے لیے اس میں کسی بھی طرح سے معاونت کرنا حرام ہے، چاہے وہ کھانا ہو یا پینا، یا خرید و فروخت کے ذریعہ یا پھر اس تہوار کے اشیا اور کھانے تیار کرنا، یا اس کے لیے خط و کتابت کرنا، یا پھر اعلان کرنا۔ کیونکہ یہ سب کچھ گناہ اور ظلم و زیادتی میں تعاون اور اللہ اور رسول ﷺ کی معصیت و نافرمانی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾[1]

"اور تم نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو، اور برائی و گناہ اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔"

کیا نبی ﷺ نے معراج کی رات اپنے ربّ کو دیکھا؟

سوال: کیا نبی ﷺ نے جس دن جنت اور جہنم کو دیکھا اپنے ربّ کو بغیر کسی پردہ کے دیکھا؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو کتاب وسنّت سے اس کی دلیل سے بھی مطلع فرمائیں۔

جواب: اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مسلک ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو بعینہٖ نہیں دیکھا۔

① جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت ہے، فرماتی ہیں:

آپ کو اگر کوئی یہ حدیث بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کا تو یہ فرمان ہے: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ﴾[2] "اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں..."

② اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا: نورانی پردے تھے، مَیں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔[3]

③ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

دل نے جھوٹ نہیں کہا جسے (پیغمبر نے) دیکھا، اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسے آپ نے دو مرتبہ دل کے ساتھ دیکھا۔[4]

④ علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ

عثمان بن سعید دارمی نے اپنی 'کتاب الرؤیۃ' میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے معراج کی رات اپنے ربّ کو نہیں دیکھا، اور بعض نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس

١ سورۃ المائدۃ:۲
٢ صحیح بخاری: ۶۸۳۲
٣ صحیح مسلم:۲۶۱
٤ صحیح مسلم:۲۵۸

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے مستثنیٰ کیا ہے۔ ہمارے شیخ کا کہنا ہے کہ اس میں حقیقتاً کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ابن عباسؓ نے یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ امام احمد نے ایک روایت میں اسی پر اعتماد کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ عزوجل کو دیکھا ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ آنکھوں سے دیکھا ہے اور امام احمد کے الفاظ ابن عباسؓ کے ہی الفاظ ہیں۔

ہمارے شیخ کا قول صحیح ہونے کی دلیل ابوذر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ ''اس کا حجاب نور ہے۔'' اور یہ نور اللہ ہی جانتا ہے کہ وہی نور ہے جو کہ ابوذرؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے نور دیکھا۔[1]

⑤ اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا قول ہے:

فصل: اور رؤیت کے مسئلہ میں صحیح بخاری میں جو ابن عباسؓ سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے کہا: حضرت محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دو مرتبہ دل سے دیکھا ہے اور سیدہ عائشہؓ نے رؤیت کا انکار کیا ہے تو کچھ لوگوں نے اِن دونوں کے درمیان جمع کرتے ہوئے کہا ہے کہ عائشہؓ آنکھوں کی رؤیت کا انکار کرتی ہیں اور ابن عباسؓ نے رؤیت قلبی کو ثابت کیا ہے۔

تو ابن عباسؓ سے ثابت شدہ الفاظ مطلق ہیں ، یا پھر مقید ہیں۔ کبھی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا اور کبھی کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے دیکھا۔

تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صریح الفاظ ثابت نہیں جن میں یہ ملتا ہو کہ نبی ﷺ نے اپنے ربّ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور ایسے ہی امام احمد بھی کبھی مطلق رؤیت ذکر کرتے ہیں اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ اپنے دل کے ساتھ دیکھا اور کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ اُس نے امام احمد سے یہ سنا ہو کہ اُنہوں نے یہ کہا ہو کہ نبی ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اُن سے یہ مطلق کلام سنی اور اس سے آنکھوں کی رؤیت سمجھ لی جس طرح کہ بعض لوگوں نے ابن عباسؓ کی مطلق کلام سن کر آنکھوں کی رؤیت سمجھ لی۔

تو دلائل میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو رؤیت عینی کا تقاضا کرتی ہو اور نہ ہی یہ ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے حدیث مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا: نور کو میں کیسے دیکھ سکتا ہوں؟

[1] اجتماع الجیوش الإسلامیة : ۱/۱۲

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ﴾[1]

"پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم برکت دے رکھی ہے، اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔"

تو اگر اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ اپنے آپ کو دکھایا ہوتا تو اس کا ذکر بطریق اولیٰ ہوتا اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ ﴾[2]

"کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو (پیغمبر) دیکھتے ہیں۔ اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اسی کے پاس جنّت الماویٰ ہے جب کہ سدرۃ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی۔ نہ تو نگاہ بہکی اور نہ حد سے بڑھی یقیناً اس نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔"

تو اگر نبی ﷺ نے بعینہٖ دیکھا ہوتا اس کا ذکر بطریق اولیٰ ہوتا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں:

اور صحیح نصوص اور سلف کے اتفاق سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا مگر یہ کہ آیا نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں تو اس خاص مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن مؤمن اللہ تعالیٰ کو واضح طور پر دیکھیں گے جس طرح کہ وہ سورج اور چاند کو دیکھتے ہیں۔[3]

۱ سورۃ الاسراء:۱

۲ سورۃ النجم:۱۲تا۱۸

۳ مجموع الفتاویٰ: ۶/۵۱،۵۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حافظ محمد اسحٰق زاہد[1]

جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

ربیع الاول میں درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ بارہ ربیع الاوّل کو میلاد النبی ﷺ منانے کا ہے۔ چنانچہ بہت سارے مسلمان نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے ہر سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو 'عید میلاد النبی ﷺ اور جشن مناتے ہیں۔ عمارتوں پر چراغاں کیا جاتا اور جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، نعت خوانی کے لئے محفلیں منعقد کی جاتیں اور بعض ملکوں میں سرکاری طور چھٹی بھی کی جاتی ہے۔

مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا قرآن وحدیث میں 'جشن میلاد' کا کوئی ثبوت ہے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے اپنا میلاد منایا یا اس کی ترغیب دلائی ؟ کیا آپ ﷺ کے خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اپنے دورِ خلافت میں میلاد کے حوالے سے جشن منایا یا یوم ولادت کو عید کا دن قرار دیا؟ کیا قرونِ اولیٰ میں اِس 'عید' کا کوئی تصور تھا؟

اگر قرآن وحدیث اور قرونِ اولیٰ کی تاریخ کا پوری دیانتداری کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ہمیں ان تمام سوالات کے جوابات کچھ یوں ملتے ہیں:

① قرآن وحدیث میں جشن یا عید میلاد کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

② نہ نبی کریم ﷺ نے اپنا میلاد منایا اور نہ اس کی ترغیب دلائی۔

③ پھر خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اپنے دورِ خلافت میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے کوئی جشن سرکاری طور پر یا غیر سرکاری طور پر نہیں منایا اور نہ ہی یوم ولادت کو عید کا دن قرار دیا۔ حالانکہ اِس میں کوئی شک نہیں کہ انھیں نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت تھی اور اگر وہ چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے کیونکہ

[1] ناظم اعلیٰ مرکز دعوۃ الجالیات، الکویت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکومت اُن کے ہاتھوں میں تھی۔

④ قرونِ اولیٰ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ جنھیں نبی کریم ﷺ نے بہترین لوگ قرار دیا، اُس زمانے میں لوگوں کے ہاں اِس عید کا کوئی تصور نہ تھا اور نہ ہی وہ یہ جشن مناتے تھے۔

⑤ اِس پر مستزاد یہ کہ اِس اُمت کے معتبر ائمہ دین کے ہاں بھی نہ اس عید کا کوئی تصور تھا اور نہ وہ اُسے مناتے تھے اور نہ ہی وہ اپنے شاگردوں کو اِس کی تلقین کرتے تھے۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ کا موجد

جشن عید میلاد النبی کی ابتدا ابو سعید کوکبوری بن ابی الحسن علی بن محمد الملقب الملک المعظم مظفر الدین اربل (موصل، متوفی ۱۸ ررمضان ۶۳۰ء) نے کی۔ یہ بادشاہ ان محفلوں میں بے دریغ پیسہ خرچ کرتا اور آلاتِ لہو ولعب کے ساتھ راگ و رنگ کی محفلیں منعقد کرتا تھا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

> اہلِ تاریخ نے صراحت کی ہے کہ بادشاہ بھانڈوں اور گانے والوں کو جمع کرتا اور گانے کے آلات سے گانا سنتا اور خود ناچتا۔ ایسے شخص کے فسق اور گمراہی میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس جیسے کے فعل کو کیسے جائز اور اس کے قول پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے!1

نیز کہتے ہیں:

> اس فسق کی مختصر کیفیت اور اس بدعت کی ایجاد یہ ہے کہ مجلس مولود کے اہتمام میں بیس قبے لکڑی کے بڑے عالی شان بنواتا اور ہر قبہ میں پانچ پانچ طبقے ہوتے۔ ابتداے ماہِ صفر سے ان کو مزین کرکے ہر طبقہ میں ایک ایک جماعت راگ گانے والوں، ٹپہ خیال گانے والوں، باجے، کھیل تماشے اور ناچ کود کرنے والوں کی بٹھائی جاتی اور بادشاہ مظفر الدین خود مع ارکین وہزار ہا مخلوق قرب وجوار کے ہر روز بعد

1 فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۳۲

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

از عصر ان قبوں میں جا کر ناچ رنگ وغیرہ سن کر خوش ہوتا اور خود ناچتا۔ پھر اپنے قبہ میں تمام رات رنگِ لہو ولعب میں مشغول ہو رہتا اور دو روز قبل ایام مولود کے اونٹ، گائیں، بکریاں بے شمار طبلوں اور آلاتِ گانے ولہو کے ساتھ جتنے اس کے یہاں تھے، نکال کر میدان میں ان کو ذبح کرا کر، ہر قسم کے کھانوں کی تیاری کرا کر مجالسِ لہو کو کھلاتا اور شبِ مولود کی کثرت سے راگ قلعہ میں گواتا تھا۔[1]

یہ تو تھا اِس کا موجد۔ اور جہاں تک اِس کے جواز کا فتویٰ دینے والے شخص کا نام ہے، تو وہ ہے: ابوالخطاب عمر بن الحسن المعروف بابن دحیہ کلبی متوفی ۶۳۳ھ۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

بن نجار کہتے ہیں کہ میں نے تمام لوگوں کو اسکے جھوٹ اور ضعیف ہونے پر متفق پایا۔[2] وہ ائمہ دین اور سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرنے والا اور خبیث زبان والا تھا۔ بڑا احمق اور متکبر تھا اور دین کے کاموں میں بڑا بے پرواہ تھا۔[3]

یہ وہ شخص تھا جس نے ملکِ اربل کو جب محفل میلاد منعقد کرتے دیکھا تو نہ صرف اس کے جواز کا فتویٰ دیا بلکہ اس کے لئے مواد جمع کر کے ایک کتاب بنام التنوير في مولد السراج المنير بھی لکھ ڈالی۔ اسے اُس نے بادشاہِ اربل کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اس کے صلہ میں اس کو ایک ہزار اشرفیوں کا انعام دیا۔[4]

اِن تمام حقائق سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی مناسبت سے جشن منعقد کرنے کا آغاز آنحضور ﷺ کی وفات کے تقریباً چھ سو سال بعد کیا گیا۔ لہٰذا آپ ذرا غور کریں کہ جب اِس جشن کا نہ قرآن وحدیث میں ثبوت ملتا ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل میں اِس کا وجود نظر آتا ہے، نہ قرونِ اولیٰ کی پوری تاریخ میں اِس کا تصور پایا جاتا ہے اور نہ ائمہ

۱ فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۳۲
۲ لسان المیزان: ۲/ ۲۹۵
۳ ایضاً: ۴/ ۲۹۶
۴ وفیات الأعیان لابن خلکان: ۳/ ۴۴۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دین اس کے قائل تھے تو پھر آج کے مسلمان اس کے منانے پر کیوں بضد ہیں؟ کیا ان سب حضرات کو نبی کریم ﷺ سے محبت وعقیدت نہ تھی جس کا دعویٰ اس دور کے لوگ کر رہے ہیں؟ اگر تھی اور یقیناً ان لوگوں سے کہیں زیادہ تھی تو انھوں نے آپ ﷺ کا یوم ولادت کیوں نہ منایا؟

یہاں ایک اور بات نہایت اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو کام بطورِ عبادت نہیں کیا وہ قطعاً دین کا حصہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی مسلمان کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اسے دین سمجھ کر یا کارِ خیر تصور کرتے ہوئے سرانجام دے۔ مثلاً آپ ﷺ نے نمازِ عیدین اور نمازِ جنازہ کے لئے اذان نہیں کہلوائی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں اس کا کوئی وجود تھا۔ جب آپ ﷺ نے نہیں کہلوائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں اس کا کوئی وجود نہ تھا تو قیامت تک کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے دین کا حصہ یا عبادت تصور کرے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا اذان میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور ذکر اللہ نہیں ہے؟ یقیناً اذان اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی بڑائی پر مشتمل ہے لیکن نمازِ عیدین اور نمازِ جنازہ سے پہلے مشروع نہیں ہے۔ اسی طرح 'جشن میلاد' کا مسئلہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے یہ جشن نہیں منایا اور نہ ہی آپ ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے منایا تو قیامت تک اسے دین کا حصہ یا کارِ ثواب تصور کرنا درست نہیں ہے۔

اسی لئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے:

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَا تَعْبُدُوْهَا

ہر وہ عبادت جو صحابہ کرامؓ نہیں کرتے تھے اُسے تم بھی عبادت سمجھ کر نہ کیا کرو۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے:

اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيتُمْ، عَلَيْكُمْ بِالْأَمْرِ الْعَتِيقِ[1]

"تم اتباع ہی کیا کرو اور (دین میں) نئے نئے کام ایجاد نہ کیا کرو، کیونکہ تمھیں اس سے بچا لیا گیا ہے۔ اور تم اُسی امر کو لازم پکڑو جو پہلے سے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے) موجود تھا۔

1 حجۃ النبی ﷺ از امام البانی: ص ۱۰۰؛ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۲/ ۳۷

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم نے اب تک جو لکھا ہے اگرچہ یہ ایک سنجیدہ اور دیانتدار آدمی کو سمجھانے کے لئے کافی ہے کہ شریعت میں مروّجہ عید میلا النبی ﷺ کی کوئی حیثیت نہیں۔ تاہم اِس کی مزید وضاحت کے لئے اب ہم کچھ ایسے اصول بیان کرنا چاہتے ہیں جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ان کی بنا پر اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہ ہو گا کہ مروّجہ عید میلاد النبی دین میں ایک نیا کام (بدعت) ہے:

① اسلام ایک مکمل دین ہے:

اسلام کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک مکمل دین ہے اور اس میں زندگی کے تمام شعبوں میں پیش آنے والے مسائل کے متعلق واضح تعلیمات موجود ہیں۔ اس لئے شارع نے اس میں کمی بیشی کرنے کی کسی کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی... لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمان نہ صرف اسلام کی ثابت شدہ تعلیمات سے انحراف کرتے جارہے ہیں بلکہ غیر ثابت شدہ چیزوں کو اس میں داخل کر کے انہی کو اصل اسلام تصور کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ جب دین مکمل ہے اور اس کی ہدایات واضح، عالمگیر اور ہمیشہ رہنے والی ہیں تو نئے نئے کاموں کو ایجاد کرکے اُنھیں اس کا حصہ بنا دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾[1]

آج میں نے تمھارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور اسلام کو بحیثیتِ دین تمھارے لئے پسند کر لیا۔

سو اللہ ربّ العزت کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارا دین ہمارے لئے مکمل کر دیا، ورنہ اگر اسے نامکمل چھوڑ دیا جاتا تو ہر شخص جیسے چاہتا اس میں کمی بیشی کر لیتا اور یوں دین لوگوں کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بن کر رہ جاتا۔ اللہ ربّ العزت کے اس عظیم احسان کی قدر و قیمت کا اندازہ آپ صحیحین کی ایک روایت سے کر سکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک یہودی عالم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! کتاب اللہ (قرآن مجید) میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر ہم یہودیوں کی جماعت پر نازل ہوتی تو ہم اس کے

1 سورۃ المائدۃ:۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نزول کے دن کو بطورِ عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ آیت کونسی ہے؟ تو اس نے کہا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾[1]

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت عید کے دن ہی نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ عرفات میں تھے اور وہ دن جمعۃ المبارک کا دن تھا۔

تو یہودی عالم نے یہ بات کیوں کہی تھی کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو یومِ عید تصور کرکے اس میں خوشیاں مناتے؟ اس لئے کہ وہ دین کے مکمل ہونے کی قدر و قیمت کو جانتا تھا جبکہ بہت سارے مسلمان اس سے غافل ہیں اور ایسے ایسے اُمور میں منہمک اور مشغول ہو کر رہ گئے ہیں کہ جنھیں وہ دین کا حصہ تصور کرتے ہیں حالانکہ دین ان سے قطعی طور پر بری ہے۔

④ نبی کریم ﷺ نے ہر خیر کا حکم دے دیا تھا

یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ اللہ کا یہ مکمل دین رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوا اور بلا ریب آپ ﷺ نے اسے اپنی اُمت تک مکمل طور پر پہنچا دیا تھا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا تَرَكْتُ شَيْئاً يُقَرِّبُكُمْ إِلَى اللهِ وَيُبْعِدُكُمْ عَنِ النَّارِ إِلاَّ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَمَا تَرَكْتُ شَيْئاً يُقَرِّبُكُمْ إِلَى النَّارِ وَيُبْعِدُكُمْ عَنِ اللهِ إِلاَّ وَنَهَيْتُكُمْ عَنْهُ»[2]

''میں نے تمھیں ہر اس بات کا حکم دے دیا ہے جو تمھیں اللہ کے قریب اور جہنم سے دور کردے، اور تمھیں ہر اس بات سے روک دیا ہے جو تمھیں جہنم کے قریب اور اللہ سے دور کردے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا بَقِيَ شَيْئٌ يُقَرِّبُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُ مِنَ النَّارِ إِلاَّ وَقَدْ بُيِّنَ لَكُمْ»[3]

''ہر وہ چیز جو جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی ہے اسے تمھارے لئے بیان کر دیا گیا ہے۔''

1 صحیح بخاری: ۴۵؛ صحیح مسلم: ۳۰۱۷

2 حجۃ النبی ﷺ از البانی: ص ۱۰۳

3 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ از البانی: ۱۸۰۳

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا:

«مَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا أَمَرَكُمُ اللهُ بِهِ إِلاَّ قَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَمَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ إِلاَّ قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ»[1]

''اللہ تعالیٰ نے تمھیں جن کاموں کا حکم دیا ہے میں نے بھی ان سب کا تمھیں حکم دے دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں جن کاموں سے منع کیا ہے میں نے بھی ان سب سے تمھیں منع کر دیا ہے۔''

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خیر و بھلائی کا کوئی ایسا کام نہیں چھوڑا جس کا آپ نے اُمّت کو حکم نہ دیا ہو۔ اور شر اور برائی کا کوئی عمل ایسا نہیں چھوڑا جس سے آپ نے اُمّت کو روک نہ دیا ہو۔ لہٰذا یہ جاننے کے بعد اب اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں کہ ہر وہ عمل جو لوگوں کے نزدیک خیر و بھلائی کا عمل تصور کیا جاتا ہو وہ اس وقت تک خیر و بھلائی کا عمل نہیں ہو سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی حکم یا ترغیب ثابت نہ ہو۔ اسی طرح برا عمل ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی فرمان ثابت نہ ہو وہ برا تصور نہیں ہو گا۔ گویا خیر و شر کے پہچاننے کا معیار رسول اللہ ﷺ ہیں، کسی کا ذوق و رغبت نہیں کہ جس کا جی چاہے دین میں اپنے زُعم کے مطابق خیر کے کام داخل کرتا رہے یا اپنی منشا کے مطابق کسی عمل کو برا قرار دے دے۔

پھر یہ بات بھی سوچنی چاہیے کہ کیا نئے نئے کاموں کو ایجاد کر کے دین میں شامل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے (معاذ اللہ) پورا دین لوگوں تک نہیں پہنچایا تھا اور بعض خیر کے کام ان سے اور ان کے اوّلین ماننے والوں سے چھوٹ گئے تھے جس کی بنا پر اب بھی دین میں کمی بیشی کی گنجائش موجود ہے؟ یقیناً یہ بات لازم آتی ہے۔ اسی لئے امام مالک فرماتے تھے:

مَنِ ابْتَدَعَ فِي الإِسْلاَمِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ، اِقْرَؤُا قَوْلَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[2] لَنْ يَصْلُحَ آخِرُ هٰذِهِ

1 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ از البانی: ۱۸۰۳

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الأُمَّةِ إلاَّ بِمَا صَلُحَ بِه أَوَّلُهَا، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِيْنًا لاَ يَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی، پھر یہ خیال کیا کہ یہ اچھائی کا کام ہے تو اس نے گویا یہ دعویٰ کیا کہ محمد ﷺ نے رسالت (اللہ کا دین پہنچانے) میں خیانت کی تھی (یعنی پورا دین نہیں پہنچایا تھا) تم اللہ کا یہ فرمان پڑھ لو: (ترجمہ) '' آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور اسلام کو بحیثیتِ دین تمہارے لئے پسند کر لیا۔'' ... پھر امام مالک نے کہا: اس اُمت کے آخری لوگ بھی اسی چیز کے ساتھ درست ہو سکتے ہیں جس کے ساتھ اس اُمت کے پہلے لوگ درست ہوئے تھے۔ اور جو عمل اس وقت دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔''[1]

امام مالک کا یہ فرمان: '' جو عمل اس وقت دین نہیں تھا، وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا'' قیامت تک کے لوگوں کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور ہر دینی مسئلہ کا ثبوت قرونِ اُولیٰ سے ڈھونڈنا چاہئے۔ اگر اس کا ثبوت اس وقت سے مل جائے تو اس پر عمل کر لیا جائے ورنہ اسے قطعاً دین کا تصور نہ کیا جائے۔

③ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ متقی اور سب سے بڑے عبادت گذار تھے!

اس حقیقت سے کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ متقی اور سب سے بڑے عبادت گذار تھے۔ اس لئے آپ ﷺ سے ثابت شدہ عبادات پر ہی عمل کرنا چاہئے اور کسی نئی عبادت کو دین میں شامل کر کے ان سے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ چنانچہ اُنھوں نے اس کے بارے میں انھیں مطلع کیا تو وہ آپ ﷺ کی عبادت کو (اپنے نظریے سے) کم تصور کرنے لگے اور کہنے لگے: ہم کہاں نبی اکرم ﷺ کے برابر ہو سکتے ہیں، ان کی تو اللہ ربّ العزت نے اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں! پھر ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ ساری رات کا قیام کرتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی

1 الاعتصام از شاطبی: ۲/۴۹؛ الوجیز فی عقیدۃ السلف (اہل السنۃ والجماعۃ) از عبد اللہ بن عبد الحمید اثری: ۱/۱۶۱

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ ان کی یہ باتیں آنحضور ﷺ تک پہنچیں تو آپ اُن کے پاس آئے اور فرمایا:

«أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُم كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ للهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»[1]

"کیا وہ تم ہو جنھوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ تمھیں جاننا چاہئے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں۔ میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ لہٰذا جو شخص میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہو گا۔"

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے پہلے اپنی اس حیثیت کو ذکر فرمایا کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ متقی اور سب سے بڑا عبادت گذار ہوں۔ پھر آپ نے اپنے طریقۂ کار کی وضاحت فرمائی اور اس کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ میرے اِس طرزِ عمل سے منہ پھیر کر کوئی اور طرزِ عمل اختیار کرنے والے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اِس سے ثابت ہوا کہ صرف اُن عبادات پر عمل کرنا چاہئے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوں اور کسی ایسے عمل کو عبادت تصور نہیں کرنا چاہئے جس کا آپ ﷺ سے ثبوت نہ ملتا ہو۔

یہ تینوں اُصول ہمیں یہ بات سمجھانے کیلئے کافی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دین میں کسی قسم کی کمی بیشی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اور یہ کہ دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنا اور ان پر عمل کرنا حرام ہے۔

اور انہی تین اصولوں کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ مروّجہ عید میلاد النبی ﷺ کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور نہ ہی یہ دین کا حصہ ہے۔ کیونکہ اگر یہ دین کا حصّہ ہوتا تو قرآن وحدیث اور صحابہ کرام ﷢ کے طرزِ عمل سے اس کا کوئی ثبوت ضرور ملتا اور اس کے بارے

1 صحیح بخاری: ۵۰۶۳؛ صحیح مسلم: ۱۴۰۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں رسولِ اکرم ﷺ اپنی اُمّت کو واضح تعلیمات دیتے جیسا کہ عیدالفطر اور عید الاضحیٰ کے بارے میں آپ ﷺ نے واضح تعلیمات ارشاد فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ کی تعریف میں غلوّ

اگر دوسرے پہلو سے محفلِ میلاد کا جائزہ لیا جائے تو یہ بدعت ہونے کے ساتھ منکرات کو بھی اپنے پہلو میں سمائے ہوئے ہے مثلاً مرد و زن کا اختلاط، آلاتِ موسیقی کا اِستعمال، طبلے اور ڈھولک کی تال پر نوجوانوں کا رقص اور اِس جیسی بیسیوں قباحتیں موجود ہیں جو محفلِ میلاد کے نام پر ثواب سمجھ کر اختیار کی جاتی ہیں۔اور پھر ان محفلوں میں سب سے بڑے گناہ (شرک) کا ارتکاب کرنے کے کئی مناظر بھی دکھائی دیتے ہیں۔

مدحِ رسول ﷺ میں غلو سے کام لیا جاتا ہے۔ غیر اللہ سے فریادرسی اور مدد طلب کی جاتی ہے۔اور اس اعتقاد کو ببانگِ دُہل بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ غیب بھی جانتے تھے۔حالانکہ یہ اللہ کا وصف اور اسی کا خاصہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ»[1]
دین میں غلو کرنے سے بچو، تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے تباہ کیا۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

«لاَ تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارىٰ ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ»[2]
میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرنا جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا۔بے شک میں ایک بندہ ہوں، لہٰذا تم بھی "اللہ کا بندہ اور اس کا رسول" ہی کہو۔

رسولِ اکرم ﷺ کی تشریف آوری

میلاد منانے والے حضرات کا خیال ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ محفلِ میلاد میں بذاتِ خود

۱ سنن نسائی: ۳۰۵۷، ابن ماجہ: ۳۰۲۹ وصححہ الألبانی
۲ صحیح بخاری: ۳۴۴۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تشریف لاتے ہیں اور اس بناپر وہ آپ ﷺ کو سلام اور خوش آمدید کہنے لے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جبکہ یہ بہت بڑا جھوٹ اور بدترین جہالت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ کی مُبارک رُوح اعلیٰ علیین دارالکرامۃ میں اپنے ربِّ عظیم کے پاس ہے۔ اور آپ قیامت سے پہلے اپنی قبر مُبارک سے باہر نہیں آئیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں اِرشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝﴾ [1]

پھر اس کے بعد تم مر جاتے ہو پھر تمھیں قیامت کے روز اُٹھایا جائے گا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ» [2]

میں قیامت کے دن اولادِ آدم (علیہ السلام) کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کا منہ کھولا جائے گا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔

کیا دین میں بدعتِ حسنہ کا وجود ہے؟

دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنا جن کا قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے کوئی ثبوت نہ ملتا ہو نہایت خطرناک امر ہے۔ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، ایسے کام کرنے والے لوگ قیامت کے روز نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں حوضِ کوثر کے پانی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار نصیحت کرنے کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے من جملہ باتوں کے یہ بھی ارشاد فرمایا:

«أَلَا وَ إِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ، أَصْحَابِي؟ فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ» [3]

۱ سورۃ المؤمنون: ۱۶
۲ صحیح مسلم: ۲۲۷۸
۳ صحیح بخاری: ۶۵۲۶؛ صحیح مسلم: ۲۸۶۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خبر دار! میری اُمّت کے کچھ لوگوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور انھیں بائیں طرف (جہنم کی جانب) دھکیل دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے پروردگار! یہ تو میرے ساتھی ہیں؟ تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئے کام دین میں ایجاد کر لئے تھے!

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِي الْحَوْضَ، حَتّٰى إِذَا عَرَفْتُهُمْ اِخْتَلَجُوْا دُوْنِي فَأَقُوْلُ: أَصْحَابِي، فَيَقُالُ لِيْ: لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ»[1]

میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ ضرور بالضرور حوض پر میرے پاس آئیں گے، یہاں تک کہ میں جب انھیں پہچان لوں گا تو انھیں مجھ سے دور دھکیل دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: یہ تو میرے ساتھی ہیں! تو مجھے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئے کام ایجاد کئے تھے۔

معلوم ہوا کہ دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے والے لوگ قیامت کے روز نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں حوضِ کوثر کے پانی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایجادِ بدعات سے اجتناب کرتے ہوئے سنتِ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے۔ اور چاہے خوشی ہو یا غمی کسی بھی صورت میں آپ ﷺ کے طریقے سے انحراف نہ کرے، اسی میں اس کی خیر و بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین!

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ اگر بدعت ہے تو یہ بدعتِ سیئہ نہیں بلکہ بدعتِ حسنہ ہے! جبکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ دین میں ہر نیا کام بدعتِ سیئہ اور گمراہی ہے خواہ وہ بظاہر کارِ خیر کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ہر خطبۂ حاجت میں ارشاد فرماتے تھے:

«أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ»[2]

حمد و ثنا کے بعد! یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ اور سب سے برے اُمور وہ ہیں جنھیں دین میں نیا ایجاد کیا جائے اور ہر بدعت

1 صحیح بخاری: ۶۵۸۲
2 صحیح مسلم: ۸۶۷

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گمراہی ہے۔

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس کام کا کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ میں ثبوت نہ ہو اور اسے دین میں ایجاد کیا گیا ہو وہ سب سے برا کام ہے چاہے وہ لوگوں کی نظر میں کتنا اچھا کیوں نہ ہو۔ اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

ذرا سوچیں کہ اگر کارِ خیر کے نام پر دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا جائز ہوتا تو رسول اکرم ﷺ اُن تین اشخاص کو تنبیہ کیوں کرتے جن میں سے ایک نے پوری رات قیام کرنے، دوسرے نے ہمیشہ روزے رکھنے اور تیسرے نے عورتوں سے شادی نہ کرنے کا عزم کیا تھا؟ کیا ان کے عزائم خیر کے کاموں کے متعلق نہ تھے؟ کیا ان تینوں اشخاص نے کسی برے عمل کا ارادہ کیا تھا کہ اس پر آپ ﷺ نے اُنھیں سخت تنبیہ کی؟ یقیناً انہوں نے خیر کے کاموں کا ہی ارادہ کیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اُن کے ان عزائم کی تردید کردی کیونکہ وہ اگرچہ خیر کے کاموں کے متعلق ہی تھے مگر آپ ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر تھے اور گویا آپ ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ بدعتِ حسنہ نام کی کوئی چیز اسلام میں موجود نہیں ہے۔ اور جب تک خیر کا کوئی عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے ثابت نہ ہو اس وقت تک وہ نہ خیر کہلا سکتا ہے اور نہ ہی وہ دین کا حصہ ہوتا ہے۔

اور حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»[1]

''جس شخص نے ہمارے اس دین میں نیا کام ایجاد کیا جو اس سے نہیں تھا، وہ مردود ہے۔''

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: «مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»[2]

''جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں، وہ مردود ہے۔''

اِس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ دین میں ہر نیا کام اور ہر نیا طریقہ مردود اور

١ صحیح بخاری:٢٦٩٧، صحیح مسلم:١٧١٨

٢ صحیح بخاری:٢٦٩٧؛ صحیح مسلم:٣۴٩٣

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ناقابل قبول ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور ان سے کہا: میں نے ابھی مسجد میں ایک چیز دیکھی ہے جسے میں درست نہیں سمجھتا حالانکہ میں نے الحمدللہ خیر ہی کو دیکھا ہے! انھوں نے کہا: وہ کیا ہے؟

ابو موسی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ خود جب مسجد میں جائیں گے تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ مختلف حلقوں میں بیٹھے نماز کا انتظار کر رہے ہیں، ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں اور ہر حلقہ میں ایک آدمی باقی لوگوں سے کہتا ہے کہ تم سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو، تو وہ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ تم سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو، تو وہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اب تم سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو تو وہ سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں!

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے یہ سب کچھ دیکھ کر اُن سے کیا کہا؟

اُنھوں نے جواب دیا: میں نے آپ کی رائے کے انتظار میں انھیں کچھ بھی نہیں کہا۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے انھیں یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنے گناہوں کو شمار کریں (نہ کہ نیکیوں کو) اور آپ انھیں ضمانت دیتے کہ تمھاری نیکیوں میں سے کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی!

پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور اُن حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس جاکر فرمایا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے کہا: ابو عبد الرحمٰن! یہ کنکریاں ہیں جن کے ذریعے ہم اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ کی تسبیحات شمار کر رہے ہیں!

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنی برائیاں شمار کرو اور میں تمھیں ضمانت دیتا ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا:

وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ، هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ مُتَوَافِرُوْنَ وَهٰذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلُ وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدَى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ مُفْتَتِحُو بَابَ ضَلَالَةٍ؟

”افسوس ہے تم پر اے امتِ محمد ﷺ، تم کتنی جلدی ہلاکت کی طرف چل دیے! یہ تمھارے نبی ﷺ کے صحابہ ابھی بکثرت موجود ہیں، اور آپ ﷺ کے کپڑے ابھی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ کے برتن ابھی ٹوٹے ہیں، اُس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم محمد ﷺ کے طرزِ عمل سے بہتر طرزِ عمل پر ہو یا تم گمراہی کا ایک دروازہ کھول رہے ہو!"

لوگوں نے کہا: وَاللهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ

ابو عبدالرحمٰن !اللہ کی قسم ہم نے تو خیر کا ہی ارادہ کیا تھا۔

اُنھوں نے فرمایا: وَكَمْ مِنْ مُرِيْدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُّصِيْبَهُ "کتنے لوگ ہیں جو خیر کا ارادہ کرتے ہیں لیکن وہ خیر کو ہر گز نہیں پا سکیں گے۔"[1]

ذرا غور کیجیے، کیا تسبیحات کا پڑھنا برا عمل تھا؟ یقیناً یہ برا عمل نہ تھا اور نہ ہی حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے تسبیحات پڑھنے پر اُنھیں برا بھلا کہا، بلکہ ان کے لب ولہجہ میں جو سختی تھی وہ اس لئے تھی کہ انھوں نے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی سنتِ طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے ہٹ کر تسبیحات پڑھتے ہوئے دیکھا، کیونکہ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کنکریوں کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیحات کو شمار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ حلقوں میں بیٹھ کر اجتماعی شکل میں نہیں بلکہ انفرادی طور پر الگ الگ تسبیحات پڑھتے تھے۔ تو ان کا یہ عمل اگرچہ لوگوں کی نظر میں کارِ خیر تھا، لیکن چونکہ رسول اکرم ﷺ کی سنّت سے ہٹ کر تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُنھیں نہایت سخت الفاظ میں تنبیہ کی۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ چلیں ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں، کیونکہ یہ عملِ خیر ہی ہے، بلکہ انھوں نے اسے گمراہی کا ایک دروازہ کھولنے کے مترادف قرار دیا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ دین میں کوئی بدعت حسنہ نہیں ہے، ہر بدعت بری ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں کے کچھ دلائل اور ان کا جواب

میلاد منعقد کرنے والے عموماً پانچ دلیلیں دیتے ہیں:

① میلاد سالانہ یادگار ہے اور اُس کے منانے سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت میں

[1] سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۲۰۰۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اضافہ ہوتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کو دن میں دسیوں مرتبہ یاد نہ کرتا ہو تو اس کے لئے سالانہ یا ماہانہ یادگاری محفلیں منعقد کی جائیں جن میں وہ اپنے نبی کو یاد کر سکے اور آپ ﷺ کے ساتھ اپنی محبّت کا اظہار کر سکے۔ لیکن اگر مسلمان رات اور دن میں دسیوں مرتبہ آپ ﷺ کو یاد کرتا اور ان پر درود وسلام پڑھتا رہتا ہو تو اس مقصد کے لئے سالانہ محفلیں منعقد کرنا چہ معنی دارد؟

② میلاد میں شمائلِ محمدیہ اور آپ ﷺ کے نسب شریف کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

جواب: اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے خصائل وفضائل کو سال میں ایک مرتبہ سن لینا کافی نہیں ہے، ایک مرتبہ سن لینا کیسے کافی ہو سکتا ہے جبکہ آپ ﷺ کی سیرت ایسی ہے جس کو سال بھر سنتے اور سیکھتے رہنا ضروری اور ناگزیر ہے۔

③ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش پر اظہارِ خوشی ایمان کی دلیل ہے۔

جواب: یہ دلیل بھی بالکل بے معنی ہے کیونکہ سوال یہ ہے کہ خوشی رسول اللہ ﷺ کی ہے یا اس دن کی ہے جس میں آپ کی پیدائش ہوئی؟ اگر خوشی آپ ﷺ کی ہے تو یہ ہمیشہ ہونی چاہئے اور کسی ایک دن کی ساتھ خاص نہیں ہونی چاہئے۔ اور اگر خوشی اس دن کی ہے جس دن آپ پیدا ہوئے تو یہی وہ دن ہے جس میں آپ ﷺ کی وفات بھی ہوئی، تو محبوب کی موت کے دن خوشی منانا کونسی عقل مندی ہے؟

④ میلاد میں لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے جس میں بڑا اجر وثواب ہے۔

جواب: یہ دلیل تو سب سے زیادہ کمزور ہے کیونکہ کھانا کھلانے کی ترغیب سال میں کسی ایک دن کے لئے نہیں بلکہ پورے سال کے لئے ہے۔

⑤ میلاد میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اور آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔

جواب: یہ دلیل بھی پہلی چاروں دلیلوں کی طرح باطل ہے، کیونکہ قرآن کی تلاوت کے لئے اور آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کیلئے اکٹھا ہونا از خود ایک بدعت ہے۔ اسکے علاوہ طرب انگیز آواز میں مدحیہ اشعار وقصائد پڑھنا اور آنحضور ﷺ کی تعریف میں غلو کرنا بھی غلط ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ پانچوں دلیلیں اس لئے بھی ناکافی ہیں کہ اگر انھیں درست مان لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ رسول اللہ ﷺ سے (نعوذ باللہ) چوک ہوگئی تھی اور آپ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن ان چیزوں کی طرف رغبت نہ دلائی جس کی تلافی یہ میلاد منانے والے کرتے ہیں!!

میلاد کو جائز قرار دینے والوں کے چند کمزور شبہات

① **شبہ:** ایک واقعہ منقول ہے کہ بد نصیب ابو لہب کو خواب میں دیکھا گیا۔ خیریت پوچھی گئی تو کہا کہ آگ کے عذاب میں مبتلا ہوں، البتہ ہر دوشنبہ کی رات کو عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے انگلی کے سرے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ اتنی مقدار میں پانی چوس لیتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس کو اس کی باندی ثویبہ نے جب آپ ﷺ کی پیدائش کی خبر دی تھی تو اس نے خوشی میں آکر اپنی اس باندی کو آزاد کر دیا تھا۔[1]

ازالہ: اس کا جواب یہ ہے کہ ۱۔ کسی کے خواب سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ ۲۔ دوسرا یہ کہ یہ روایت مرسل ہے جو ناقابلِ حجت ہوتی ہے۔ ۳۔ تیسرا یہ کہ سلف اور خلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کافر اگر کفر کی حالت میں مر جائے تو اس کو اس کے نیک اعمال کا ثواب نہیں ملے گا۔ ۴۔ چوتھا یہ کہ ابو لہب کی خوشی ایک طبعی خوشی تھی، تعبدی خوشی نہ تھی اور اگر خوشی اللہ کے لئے نہ ہو تو اس پر ثواب نہیں ملتا ہے۔ ۵۔ پانچواں یہ کہ مؤمن کو آپ ﷺ کی پیدائش پر ہمیشہ خوش ہونا چاہئے، اس کے لئے آپ ﷺ کے یوم پیدائش کو خاص کرنا درست نہیں ہے۔

② **شبہ:** روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا عقیقہ خود کیا تھا اور چونکہ آپ کے دادا نے بھی آپ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا تو اصل میں آپ ﷺ نے اپنی ولادت کا شکرانہ ادا کرنے کیلئے عقیقہ کیا۔ لہٰذا اُمّت کو بھی آپ کی ولادت کے دن کھانے پینے کا انتظام بطورِ خاص کرنا چاہئے۔

[1] صحیح بخاری: ۵۱۰۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ازالہ: اس کا جواب یہ ہے:

۱۔ یہ روایت کمزور ہے اور امام نووی نے اسے باطل حدیث قرار دیا ہے۔[1]

۲۔ اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو اس میں یہ کہاں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ عقیقہ اپنی ولادت پر شکریہ ادا کرنے کے لئے کیا تھا؟ یہ تو محض اپنے گمان پر مبنی ہے اور گمان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی: ﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾

۳۔ اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تو ایک ہی بار عقیقہ کیا تھا، ہر سال تو نہیں کیا تھا! جبکہ میلاد منانے والے تو ہر سال میلاد مناتے ہیں!

③ **شبہ:** صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورا کے دن روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا اور آپ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ یہ ایک اچھا دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی... الخ۔[2]

لہٰذا جب حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرئیل کی نجات کے شکریہ میں آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو ہم بھی آپ ﷺ کے یومِ ولادت کو روزہ کا دن نہیں بلکہ کھانے پینے اور جشن منانے کا دن بنائیں!!

ازالہ: کس قدر عجیب ہے یہ بات؟ اگر اس حدیث کو دلیل بنانا تھا تو اس کے مطابق روزہ رکھنے کی بات کرتے، لیکن اُس کو تو چھوڑ دیا کیونکہ روزہ میں بھوک وپیاس کو برداشت کرنا پڑتا ہے جو یار لوگوں کے لئے بڑا مشکل امر ہے۔ اور بات کی تو کھانے پینے اور جشن منانے کی کی... کیا اللہ تعالیٰ کا شکر عیش ومستی اور دعوتیں اُڑا کر کیا جاتا ہے؟

④ **شبہ:** صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ سوموار کا دن وہ دن ہے جس میں مَیں پیدا ہوا اور اسی دن مبعوث ہوا... الخ[3]

۱ المجموع از امام نووی: ۸/ ۴۳۱

۲ صحیح بخاری: ۲۰۰۴

۳ صحیح مسلم: ۲۷۵۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ازالہ: اس کا جواب یہ ہے:

۱۔رسول اللہ ﷺ کی نعمتِ ولادت پر شکر اسی نوع کا ہونا چاہئے جس نوع کا شکر خود رسول اللہ ﷺ نے کیا۔

۲۔دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن جو بارہ ربیع الاول ہے، روزہ نہیں رکھا بلکہ آپ نے سوموار کے دن کا روزہ رکھا جو ہر مہینے میں چار پانچ مرتبہ آتا ہے۔اس بنا پر بارہ ربیع الاول کو کسی عمل کے لئے خاص کرنا اور ہر ہفتہ آنے والے سوموار کو چھوڑ دینا دراصل آپ ﷺ کی تصحیح ہے جس کا کوئی مسلمان تصور ہی نہیں کر سکتا ہے۔

۳۔تیسرا یہ کہ جب آپ ﷺ نے اپنی ولادت کے شکریہ میں سوموار کا روزہ رکھا تو کیا آپ نے روزے کے ساتھ کوئی محفل اور تقریب بھی منعقد کی جیسا کہ یہ میلادی لوگ کرتے ہیں کہ لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے، مدحیہ اشعار اور نغمے پڑھے جاتے ہیں اور خصوصی کھانا پینا ہوتا ہے؟

اسلامی عیدیں

میلاد منانے والے حضرات آنحضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن کو 'عید' کا دن قرار دیتے ہیں جبکہ اِس اُمت کے اوّلیں دور سے ہی اہلِ اسلام کے ہاں 'سالانہ' دو ہی عیدیں چلی آ رہی ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو ان لوگوں کے سال میں دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے (خوشیاں مناتے) تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ دو دن کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: زمانۂ جاہلیت سے ہم ان دنوں میں کھیلتے اور خوشی مناتے چلے آ رہے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

«قَدْ أَبْدَلَكُمُ اللهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الأَضْحىٰ»[۱]

اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے بدلہ میں دو بہتر دن عطا فرما دیئے ہیں اور وہ ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔

اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ اسلامی تہوار کے طور پر منانے کے لئے شرعی عیدین

۱ سنن نسائی:۱۵۵۶... وصححہ الالبانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سال میں صرف دو ہی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کے علاوہ یومِ جمعہ کو مسلمانوں کی ہفتہ وار عید قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ جَعَلَهُ اللهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ»[1]

بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صرف مسلمانوں کے لئے (عید کا دن) بنایا ہے۔ لہٰذا جو شخص نمازِ جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے اور اگر خوشبو موجود ہو تو ضرور لگالے۔ اور تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔

شمارہ ۳۵۹، نومبر ۲۰۱۲ء میں نمبروں کی اصلاح

گزشتہ شمارہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے شائع ہونے والے مضمون کے وسط میں بعض پیراگرافوں کے آغاز میں درج ہونے والے نمبر غلط ترتیب کے ساتھ مسلسل شائع ہوگئے ہیں۔ ازراہِ کرم صفحہ نمبر ۴۴ پر ۴، ۵، ۶ کو ۱، ۲، ۳... صفحہ نمبر ۴۵ پر ۸، ۹، ۱۰ کو ۱، ۲، ۳... صفحہ نمبر ۴۷ پر ۱۱، ۱۲ کو ۱، ۲... اور صفحہ نمبر ۴۸ پر ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ کو ۳، ۴، ۱، ۲، ۳ سے تبدیل کردیں۔ شکریہ ادارہ

۱ سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۸... وصححہ الألبانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابو الحسن علوی

پروفیسر محمد طاہر القادری کے متنازعہ افکار و کردار

انہی دنوں پروفیسر صاحب موصوف پانچ سال بعد کینیڈا سے پاکستانی سیاست میں وارد ہو کر متحرک ہو چکے ہیں۔ عام انتخابات سے عین قبل ان کی سیاسی سرگرمیوں، عوامی استقبال اور لانگ مارچ کے حوالے سے ہر ذہن میں نت نئے شبہات پائے جاتے ہیں۔ میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر بھی ان کے بارے میں مضامین اور مباحثے سامنے آرہے ہیں۔ ان کا ماضی اور حال کیا رہا ہے؟ جس کی روشنی میں ان کے مستقبل کی تصویر ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ ان کی شخصیت اور کارناموں کا ایک مختصر اور چشم کشا جائزہ ہدیۂ قارئین ہے۔ ح م

پیدائش اور تعلیم

'محمد طاہر القادری' ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کا کسی مکتبہ فکر سے تعلق نہیں ہے، لیکن اپنی تقریر و تحریر میں بریلوی مسلک کی صریح حمایت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے والد محترم کا نام پروفیسر فرید الدین قادری ہے اور وہ 'سیال' خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں ۲۴ سال کی عمر میں پروفیسر صاحب کی پہلی شادی ہوئی۔ اس کے بعد ان کی مزید دو شادیاں بتلائی جاتی ہیں۔ ان کی پہلی شادی جھنگ، دوسری ناروے اور تیسری کراچی سے بتلائی جاتی ہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے کا نام حسن محی الدین قادری ہے جو تحریکِ منہاج القرآن کی مجلس شوریٰ کے صدر ہیں اور اُنہوں نے منہاج یونیورسٹی سے ہی علومِ اسلامیہ و عربیہ میں ایم اے کیا ہے اور مصر سے میثاق مدینہ کے موضوع پر پی ایچ ڈی کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں اُنہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی بھی کیا ہے۔ چھوٹے صاحبزادے حسین محی الدین قادری نے فرانس میں سائنس ٹو یونیورسٹی، پیرس سے ایم بی اے کیا ہے اور آج کل آسٹریلیا یونیورسٹی سے گلوبل اکنامکس میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے ۱۹۶۶ء میں میٹرک کا امتحان اور ۱۹۶۹ء میں ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پرائیویٹ سٹوڈنٹ کے طور پر پاس کیا۔ ۱۹۷۳ء میں پنجاب یونیورسٹی ہی سے علومِ اسلامیہ میں ایم اے کیا۔ علاوہ ازیں ان کے بقول اُنہوں نے جامعہ قطبیہ رضویہ، جھنگ سے ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۰ء کے دوران درسِ نظامی کی بھی تکمیل کی۔ ۱۹۷۵ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۶ء میں اُنہیں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے اسلامی سزاؤں کے موضوع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر پی ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی۔موضوع کا عنوان " Punishment in Islam, Their Classification and Philosophy" تھا۔

پروفیسر طاہر القادری صاحب کے تعلیمی کیریئر میں ہمیں ایل ایل ایم کی کسی ڈگری کا تذکرہ نہیں ملا۔ایل ایل بی کے بعد براہ راست پی ایچ ڈی کی ڈگری کا تذکرہ ملتا ہے۔غالباً ڈاکٹریٹ کی یہ ڈگری شعبۂ اسلامیات کے تحت جاری ہوئی ہے لہٰذا یہ علومِ اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری ہے، لیکن موضوع کی مناسبت سے اسے اسلامک لاء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری قرار دیا گیا۔امر واقعہ یہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں فیکلٹی آف لاء کے تحت ۱۹۸۶ء میں پی ایچ ڈی کی پہلی دفعہ رجسٹریشن ہوئی اور پروفیسر طاہر القادری صاحب ۱۹۸۶ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے تھے۔پروفیسر طاہر القادری صاحب کے لاء کالج میں اسلامک لاء یعنی فقہ اسلامی پڑھانے کے سبب سے ان کی علومِ اسلامیہ کی پی ایچ ڈی کے بارے یہ گمان عام ہو گیا کہ شاید وہ فیکلٹی آف لاء کے پی ایچ ڈی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ علومِ اسلامیہ میں پی ایچ ڈی ہیں۔

مذہبی اور سیاسی کیریئر

پروفیسر محمد طاہر القادری نے ۱۹۷۴ء میں گورنمنٹ کالج، عیسیٰ خیل، میانوالی میں علومِ اسلامیہ کے لیکچرر کے طور پر اپنی سروس کا آغاز کیا۔۱۹۷۵ء میں اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔۱۹۷۶ء میں بطور ایڈووکیٹ کے جھنگ ڈسٹرکٹ کورٹ میں پریکٹس شروع کی۔۱۹۷۶ء میں 'جھنگ محاذِ حریت' کے نام سے نوجوانوں کی ایک تنظیم بنائی۔۱۹۷۸ء میں جھنگ سے لاہور منتقل ہوئے اور اسی سال پنجاب یونیورسٹی میں لاء کالج میں اسلامک لاء یعنی فقہ اسلامی کے لیکچرار مقرر ہوئے اور ۱۹۸۳ء تک بطورِ لیکچرار ملازمت کی۔اسی سال اُنہیں حکومتِ پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کا مشیر فقہ نامزد کیا۔

۱۹۸۱ء میں 'قرآن کانفرنس' کے ذریعے 'منہاج القرآن' کے قیام کی دعوت شروع کی۔۱۹۸۲ء میں حکومتِ پاکستان نے اُنہیں سپریم کورٹ آف پاکستان کے 'شریعت ایپلٹ بنچ' کا مشیر مقرر کیا۔ ۱۹۸۲ء میں ایران کا دورہ کیا اور آیت اللہ خمینی وغیرہ سے ملاقاتیں کیں۔۱۹۸۲ء میں میاں نواز شریف صاحب کی جامع مسجد اتفاق کالونی، ماڈل ٹاؤن، لاہور میں خطابت شروع کی اور میاں فیملی سے ان کے یہ تعلقات اوائل ۸۸ء تک جاری رہے اور اس کے بعد اُن میں شدید کشیدگی پیدا ہو گئی۔

۱۹۸۳ء میں پی ٹی وی پر فہم القرآن کے خطبات کا آغاز کیا۔اسی سال ایم بلاک، ماڈل ٹاؤن میں ۲۰ کنال کی زمین ادارہ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ اور مسجد کے لیے خریدی گئی۔۱۹۸۴ء میں ادارہ منہاج القرآن کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔اسی سال ان کے بقول اُنہیں ادارہ منہاج القرآن کے قیام کے حوالہ سے خواب میں نبی ﷺ کی طرف سے کچھ بشارتیں بھی حاصل ہوئیں۔۱۹۸۶ء میں منہاج

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

القرآن یونیورسٹی کے قیام کے لیے ٹاؤن شپ میں ۲۰۰ کنال زمین حاصل کی گئی اور ۱۹۸۷ء میں اس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ ۱۹۸۶ء میں ادارہ منہاج القرآن کا دستور منظور ہوا، مرکزی مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کا انتخاب ہوا۔

۱۹۸۹ء میں 'پاکستان عوامی تحریک' کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنائی اور اس کے تحت ۱۹۹۰ء کے عوامی انتخابات میں حصہ لیا۔ ۱۹۹۰ء میں ان کی رہائش گاہ پر مبینہ قاتلانہ حملہ ہو اور اسی سال ہائی کورٹ نے اس واقعہ کو غیر حقیقی اور ڈرامہ قرار دیا اور پروفیسر طاہر القادری صاحب کو غیر صحت مند ذہن کا حامل بتلایا۔

۱۹۹۵ء میں اُنہوں نے عوامی تعلیمی منصوبے کا آغاز کیا۔ منہاج انسائیکلوپیڈیا ویب سائیٹ کے مطابق اس تعلیمی منصوبے کے تحت ۱۲ کالجز اور ۸۷۲ سکولز کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں 'پاکستان عوامی اتحاد' کے صدر بنے جس میں پیپلز پارٹی سمیت ۱۹ سیاسی جماعتیں شامل تھیں۔ ۲۰۰۳ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان کے ادارہ منہاج القرآن کا وزٹ کیا اور اس کی تاحیات رکنیت حاصل کی۔ اس رکنیت کی ویڈیو میں ایسے مناظر دکھائے گئے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں مثلاً پروفیسر صاحب محترمہ بے نظیر بھٹو کے ساتھ ایک مجلس میں ساتھ تشریف فرما اور محوِ گفتگو ہیں جبکہ محترمہ کے سر پر نہ تو دوپٹا ہے اور نہ ہی کھلے گریبان پر کوئی کپڑا۔[1]

کتب ورسائل

پروفیسر طاہر القادری صاحب کی طرف تقریباً ۴۰۶ کتب اور کتابچوں کی نسبت کی جاتی ہے جن میں سے ۱۹ عربی، ۱۳۹ انگریزی اور بقیہ اُردو زبان میں ہیں۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب کی معروف کتابوں میں میلاد النبی ﷺ، ترجمہ عرفان القرآن، المنهاج السوي من الحديث النبوي، اسلام اور جدید سائنس، دہشت گردی اور فتنہ خوارج، شانِ اولیا، تخلیقاتِ کائنات، الفيوضات المحمدية، فلسفہ معراج النبی ﷺ، القول المعتبر في الإمام المنتظر، العرفان في فضائل وآداب القرآن، أحسن الصناعة في إثبات الشفاعة، زیارتِ قبور، السيف الجلي على منكر ولاية علي، برکاتِ مصطفیٰ ﷺ، اسلام میں خواتین کے حقوق، شہر مدینہ اور زیارتِ رسول ﷺ، ذبحِ عظیم، ارکانِ اسلام، گستاخانِ رسول کی علامات، شہادتِ امام حسین حقائق و واقعات، شمائل مصطفیٰ ﷺ، مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت، عقائد میں احتیاط کے تقاضے، درود شریف کے فضائل و برکات، مناجاتِ امام زین العابدین، تبرک کی شرعی حیثیت، اسیرانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ، اسلامی نظام معیشت

1 http://www.youtube.com/watch?v=-5QxFmb8Pzw

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے بنیادی اصول، مرج البحرین في مناقب الحسنین علیھما السلام، اہل بیت اطہار سلام اللہ علیہم کے فضائل و مناقب، حیاۃ النبی ﷺ، کتاب التوسل، میثاقِ مدینہ کا آئینی تجزیہ، بدعت ائمہ و محدثین کی نظر میں، معارف آیۃ الکرسی، عقیدہ توحید اور غیر اللہ کا تصور، القول الوثیق فی مناقب الصدیق، القول الصواب فی مناقبِ عمر بن الخطاب، روض الجنان فی مناقب عثمان بن عفان، کنز المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، تذکرہ فریدِ ملت، بدعت کا صحیح تصور، خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی محاکمہ، حقوق والدین، ربّ العالمین کی علمی اور سائنسی تحقیق، امام ابوحنیفہ امام الائمہ فی الحدیث، خصائص مصطفی ﷺ، اسمائے مصطفی، اسلام کا تصورِ علم، وسائط شرعیہ، عقیدہ ختم نبوت، عقیدہ توحید کے سات ارکان، النجابة في مناقب الصحابة والقرابة، العقد الثمین في مناقب أمهات المؤمنین، اسلام میں بچوں کے حقوق، فلسفہ صوم، سیرۃ الرسول ﷺ، ایصالِ ثواب اور اس کی شرعی حیثیت، اسلام میں اقلیتوں کے حقوق، فسادِ قلب اور اس کا علاج، حیات و نزولِ مسیح اور ولادتِ امام مہدی وغیرہ۔ علاوہ ازیں ماہنامہ 'منہاج القرآن' اور 'دخترانِ اسلام' کے نام سے مرد و زن کے لیے دو دعوتی و تحریکی رسائل بھی شائع کیے جاتے ہیں۔

ان کی اکثر و بیشتر کتب اس http://www.minhajbooks.com ویب سائیٹ پر ڈاؤن لوڈ کرنے اور آن لائن مطالعہ کی سہولت کے ساتھ پی ڈی ایف اور یونی کوڈ فارمیٹ میں موجود ہیں۔

کتب و رسائل پر تبصرہ

بعض لوگوں کو اس پر حیرت ہوتی ہے کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اس قدر تنظیمی، انتظامی، تحریکی اور دعوتی مصروفیات کے باوجود اتنی کتابیں کیسے لکھ ڈالیں؟ ہمارے خیال میں جس نے بھی پروفیسر صاحب کی کتب کا بغور مطالعہ کیا ہو، اس کے لیے اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ اکثر و بیشتر یہ کتب کی بجائے کتابچے ہیں، مثلاً: 'قرآن اور فلسفہ تبلیغ' ۲۰ صفحات اور 'مذہبی اور غیر مذہبی علوم کے اصلاحِ طلب پہلو' ۲۴ صفحات اور 'تحریکِ منہاج القرآن کا تصورِ دین' ۲۸ صفحات اور 'خدمتِ دین کی توفیق' ۳۲ صفحات اور 'سیرتِ نبوی کی عصری و بین الاقوامی اہمیت' ۳۲ صفحات اور 'اقبال اور پیغامِ عشقِ رسول' ۳۹ صفحات اور 'ہمارا اصل وطن' ۴۸ صفحات اور 'اقبال کا مردِ مؤمن' ۴۸ صفحات اور 'فلسفہ تسمیہ' ۴۴ صفحات اور 'معارف اسم اللہ' ۴۲ صفحات اور 'عمر رسیدہ اور معذور افراد کے حقوق' ۴۸ صفحات پر مشتمل ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کتابچے بھی دراصل پروفیسر صاحب کی تقاریر کو صفحاتِ قرطاس پر منتقل کیا گیا ہے۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب کے ہاں ۱۹۸۷ء میں ہی 'منہاج القرآن رائٹرز پینل' کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا تھا جو اَب 'فریدِ ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ' کے نام سے معروف ہے جس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ریسرچ اسکالرز پروفیسر صاحب کی تقاریر کی صفحۂ قرطاس پر منتقلی، ان کی کمپوزنگ، تقدیم و ترتیب، تخریج و تحقیق اور نشر و اشاعت کی ذمہ داری نبھاتے ہیں۔

تیسری اہم بات یہ بھی ہے کہ پروفیسر صاحب کی شائع شدہ کتب میں تکرار بہت ہے یعنی بعض اوقات یوں بھی دیکھنے میں آیا ہے، کہ ایک کتاب کے پورے پورے ابواب دوسری کتاب میں بھی موجود ہیں اور دو کتابوں کے ایک ہی جیسے مضامین اور مواد دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ایک کتاب مستقل ہے اور دوسری کتاب اس پہلی کتاب سے ہی تیار کی گئی ہے، مثلاً پروفیسر صاحب نے سیرتِ رسول ﷺ پر ایک کتاب لکھی اور ایک جلد میں 'مقدمہ سیرۃ الرسول' کے نام سے اس کتاب کا مقدمہ لکھا۔ بعد ازاں اس کتاب کے متفرق ابواب کو مختلف کتابچوں، مثلاً: 'سیرت رسول کی دینی اہمیت' اور 'سیرتِ رسول کی علمی و سائنسی اہمیت' اور 'سیرتِ رسول کی انتظامی اہمیت' اور 'سیرتِ رسول کی ریاستی اہمیت' وغیرہ کے عناوین سے شائع کر دیا گیا۔ اسی طرح پروفیسر صاحب نے 'کتاب البدعۃ' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور بعد ازاں اس کتاب کے دسویں باب کو ایک مستقل کتابچہ 'البدعۃ عند الائمۃ والمحدثین' کے نام سے شائع کر دیا گیا۔ اسی طرح اگر ہم 'اسلام اور جدید سائنس' اور 'تخلیق کائنات' اور 'ربّ العالمین کی علمی و سائنسی تحقیق' کا تقابلی مطالعہ کریں تو ان تینوں کتب کے مواد کا ایک بڑا حصہ ایک ہی جیسا ہے۔ اسی طرح معاشیات پر اگر پروفیسر صاحب کی کتاب 'اسلام کا معاشی نظام' اور 'اقتصادیاتِ اسلام' کا مطالعہ کریں تو ان کے مواد کا ایک بڑا حصہ بھی ایک ہی جیسا ہے۔ علاوہ ازیں 'فلسفہ تسمیہ' اور 'تسمیۃ القرآن' کے مواد کا ایک بڑا حصہ ایک جیسا ہی ہے۔

مثلاً پروفیسر صاحب 'تفسیر منہاج القرآن' کے نام سے اب ایک تفسیر مرتب کر رہے ہیں اور اس کی پہلی جلد سورہ فاتحہ کی پہلی چار آیات پر مشتمل ہے اور تقریباً ۸۰۰ صفحات میں ہے۔ شاید اس تفسیر میں پروفیسر صاحب اپنی تمام کتابوں کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ اس تفسیر کی پہلی جلد میں ہی اُنہوں نے اپنے کئی ایک کتابچوں مثلاً 'فلسفہ تسمیہ' اور 'ربّ العالمین کی علمی و سائنسی تحقیق' اور 'معارف اسم اللہ' اور 'تخلیق کائنات' اور 'تسمیۃ القرآن' وغیرہ کو جمع کر دیا ہے۔

چوتھی بات یہ بھی ہے کہ پروفیسر صاحب کی کتب میں موضوع سے غیر متعلق اور غیر معیاری مواد کا ایک بڑا حصہ موجود ہوتا ہے، مثلاً: 'سیرۃ الرسول کی علمی و سائنسی اہمیت' نامی کتابچے میں دو ابواب میں سے ایک باب کا عنوان 'قرآن حکیم اور علمی و سائنسی ترقی' ہے۔ پاکستان میں خود کش حملوں کے بارے ان کی کتاب 'دہشت گردی اور فتنہ خوارج' کے ۹ ابواب میں سے ۳ ابواب غیر مسلم اور کفار کے حقوق اور جان و مال کے تحفظ کے بیان میں ہیں جبکہ پاکستان میں غیر مسلم نہ ہونے کے برابر ہیں اور اصل مسئلہ مسلمان شہریوں کے حقوق اور جان و مال کے تحفظ کا ہے۔

جہاں تک پروفیسر صاحب کی ضخیم کتب کی تیاری کا معاملہ ہے تو اس بارے ایک واقعہ نقل کیے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں۔ کئی سال پہلے مولانا ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ، انڈیا سے پاکستان میں 'مجلس التحقیق الاسلامی' لاہور میں تشریف لائے۔ وہ انڈیا میں غالباً مکتبہ ابن تیمیہ کے نام سے لائبریری بنانا چاہتے تھے لہٰذا اُنہوں نے ادارہ کے بعض نوجوان ساتھیوں سے منہاج القرآن لائبریری کا وزٹ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہاں اُنہوں نے لائبریری کے ساتھ ان کے ریسرچ سنٹر کا بھی وزٹ کیا جس میں اس وقت تقریباً ۴۰ ریسرچ اسکالرز اور متعلقہ معاونین موجود تھے۔ مولانا لقمان سلفی صاحب نے جب ان حضرات سے ان کے کام کے بارے پوچھا تو اُنہوں نے بتایا کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب ہمیں خطۃ البحث (synopsis) دیتے ہیں اور اس کے مطابق ہم ایک مکمل کتاب تیار کر دیتے ہیں۔

جہاں تک پروفیسر طاہر القادری صاحب کی کتب کے علمی معیار کی بات ہے تو ان پر دو اشکالات وارد ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جن کتب کا موضوع مذہبی اور دینی افکار ہیں تو ان میں ضعیف و موضوع روایات کی بھرمار ہے۔ پروفیسر صاحب ایک موضوع پر کلام کرتے وقت صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع سب روایات جمع کر دیتے ہیں جس اس کی جو مکمل تصویر سامنے آتی ہے، اس میں رطب و یابس سب جمع ہوتا ہے، مثلاً پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب 'الدرۃ البیضاء فی مناقب فاطمۃ الزہرا' میں یہ روایت بیان کی ہے: إنما سميت بنتي فاطمة لأن الله فطمها وفطم محبيها عن النار ”میری بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔“ امام ابن جوزی، امام ذہبی، ابن عراق الکنانی اور امام شوکانی رحمہم اللہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں مناقب و فضائل سے متعلق ایسی مبالغہ آمیز موضوع روایات اسلامی معاشروں میں بے عملی کو فروغ دینے کا بہت بڑا سبب ہیں کہ جن کے مطابق بعض شخصیات سے صرف محبت کرنا ہی اُخروی نجات کے لیے کافی ہے اور دین کے کسی تقاضے یا فریضے پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب 'وسائط شرعیہ' میں یہ روایت نقل کی ہے: لولاك لما خلقت الأفلاك ” اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔“ امام صنعانی، ملا علی القاری، علامہ عجلونی اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

اسی طرح پروفیسر صاحب نے بریلوی مکتب فکر کے عقائد و نظریات کے حق ہونے پر اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ عليكم بالسواد الأعظم ”تم پر لازم ہے کہ تم سوادِ اعظم کو پکڑو۔“ امام ابن حزم، امام عراقی، ابن عبد الہادی اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اسی طرح پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب 'زیارتِ رسول' میں یہ روایت نقل کی ہے: من زار قبري وجبت له شفاعتي ” جس نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔“ امام نووی، ابن القطان، دمیاطی، امام ابن تیمیہ، ابن عبد الہادی، امام ذہبی، ابن حجر

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عسقلانی، امام سیوطی، محمد بن محمد الغزی اور الوداعی رحمہم اللہ نے اسے ضعیف یا منکر قرار دیا ہے جبکہ علامہ البانی اور شیخ بن باز رحمہم اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

اسی طرح پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب 'الفوز الجلی فی التوسل بالنبی ﷺ' میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کو محمد ﷺ کے بارے علم کہاں سے حاصل ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں نے آپ کے عرش پر کلمہ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اس روایت کو امام بیہقی، امام ابن کثیر، امام شوکانی، امام صنعانی رحمہم اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس روایت کے ضعف پر اتفاق ہے۔ شیخ ابن باز اور علامہ البانی نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ اس طرح اور بھی بیسیوں مثالیں ہیں، لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان روایات کے ضعف و وضع کا اجمالی حکم www.dorar.net نامی ویب سائٹ پر ملاحظہ کریں۔

جہاں تک غیر مذہبی عناوین پر کلام کی بات ہے تو ان کتب کا معیار بھی معاصر علمی معیار کے بالمقابل انتہائی سطحی ہے، مثلاً پروفیسر صاحب کی کتاب 'اسلام اور جدید سائنس' یا 'تخلیق کائنات' کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آپ اُردو ڈائجسٹ میں سائنسی معلومات سے متعلق کسی مضمون کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

پروفیسر صاحب میں تقریر و خطابت کی صلاحیت ہے اور اُنہیں ہزاروں کے مجمع کو متاثر کرنے کا فن آتا ہے لیکن ان کی تحریر کی صلاحیت بالکل بھی متاثر کن نہیں ہے اور ان کی تحریر تکرار، سطحی معلومات، غیر مستند و غیر معیاری مواد پر مشتمل، غیر مرتب اور معاصر تحقیقی اسالیب کے مطابق نہیں ہوتی ہے۔ جہاں خطابت کی بات ہے تو پروفیسر صاحب میں جوشِ خطابت بہت زیادہ ہے اور بعض اوقات اس جوش میں غیر معقول باتیں بھی کر جاتے ہیں، مثلاً ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی گلی کے کتوں کا گستاخ بھی کافر ہے۔[1]

متجددانہ افکار و آرا

ذیل میں ہم پروفیسر صاحب کے بعض متجددانہ افکار و نظریات بیان کر رہے ہیں:

خواتین کے بارے لبرل خیالات کا اظہار

پروفیسر طاہر القادری صاحب خواتین کے حقوق کے بارے کافی لبرل سوچ کے حامل ہیں، مثلاً

1 http://www.youtube.com/watch?v=5v4wqQ3Gll8

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے اپنی کتاب اسلام میں خواتین کے حقوق میں کہا ہے کہ عورت پارلیمنٹ کی ممبر بن سکتی ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خواتین مجلس شوریٰ کی ممبر تھی، یہی وجہ ہے کہ حق مہر کے متعین کرنے کے مسئلہ میں ایک خاتون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا تھا اور اس اعتراض پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا تھا۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

> ”اس واقعہ کی رو سے یہ بات ملحوظ رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی عوامی جگہ یعنی مارکیٹ، بازار وغیرہ میں ریاستی معاملہ discuss نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں زیر غور تھا جس کا مطلب ہے کہ عامۃ الناس کی بجائے منتخب افراد ہی اس عمل مشاورت میں شریک تھے۔ لہٰذا ایک خاتون کا کھڑے ہو کر بل پر اعتراض کرنے سے یہ مفہوم نمایاں طور پر اخذ ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین کو ریاستی معاملات میں شرکت کرنے، حکومت میں شامل ہونے اور اپنی رائے پیش کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ مزید بر آں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بل واپس لے لینا اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام میں جنسی امتیاز کے لئے کوئی جگہ نہیں اور مرد وزن کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔“

پروفیسر طاہر القادری صاحب کے بقول عورت ایک سیاسی مشیر کے طور پر بھی کام کر سکتی ہے اور اس کی دلیل وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ اور دیگر اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی مشیر تھیں۔ ان کے بقول عورت کو انتظامی عہدوں پر بھی فائز کیا جا سکتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفا بنت عبد اللہ عدویہ کو بازار کا نگران مقرر کیا تھا۔ ان کے بقول عورت کو سفیر مقرر کیا جا سکتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کو ملکہ روم کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا تھا۔

لہٰذا ان کے نزدیک وراثت میں حصوں کی تعین کی بنیاد جنس نہیں ہے یعنی عورت کو عورت ہونے کی وجہ سے آدھا حصہ نہیں دیا گیا بلکہ مرد کو معاشی ذمہ داریوں کے سبب سے زیادہ حصہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت کسی گھر میں اپنی ملازمت کے ذریعے گھر کی معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہو تو کیا اس صورت میں اسے خاوند کے برابر حصہ ملے گا؟ اگر نہیں تو پھر عورت کے وراثت میں نصف حصہ ہونے کی یہ علت نکالنا بھی درست نہیں ہے۔

۱۹۷۸ء تک وہ عورت کی حکمرانی کے قائل نہ تھے، لیکن ۱۹۹۸ء میں ان کا یہ موقف تبدیل ہو گیا اور اُنہوں نے علما سے بے نظیر کی حکمرانی قبول کرنے کی اپیل کی۔ اور ۲، ۳ نومبر ۱۹۹۳ء کے روزنامہ جنگ کے مطابق طاہر القادری نے کہا کہ عورت کسی بھی اسلامی ملک کی سربراہ ہو سکتی ہے اور نام نہاد علما اپنی دوکان چمکانے کے لیے عورت کی حکمرانی کے بارے فتویٰ جاری کرتے ہیں۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اسلامی اقتصادیات میں سوشلزم کا تاثر

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب 'اقتصادیاتِ اسلام' میں ایک مکمل باب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی ریاست یا مملکت کی طرف سے عام شہریوں پر تحدید ملکیت جائز امر ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی ثابت ہے کہ معاشی بحالی کی جدوجہد روحِ نماز ہے۔ بعض اہل علم نے اُن کے ان نظریات کو اشتراکیت کی طرف رجحان قرار دیا ہے۔

اسلامی معاشرت میں مغرب کا تاثر

ننگے سر اور کھلے گریبان والی مغرب زدہ خواتین کے جھرمٹ میں تصاویر کھنچوانا یا ان کے ساتھ مل بیٹھ کر گفتگو کرنے پروفیسر صاحب کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے ہیں اور اس بارے ان کی تصاویر اور ویڈیوز عام ہیں۔ اسی طرح پروفیسر صاحب ۴،۵ دسمبر ۱۹۹۹ء کے اخبارات میں رومانیہ کی فرسٹ سیکرٹری سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب اپنے لیے 'مولانا' کے لقب کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے فلم، سٹیج اور ڈرامہ کے اداکاروں پر مشتمل کلچرل ونگ تشکیل دیا ہے جس کے سیکرٹری جنرل معروف اداکار فردوس جمال، صدر فلمی اداکار ندیم، نائب صدر افضال احمد اور چیف آرگنائزر سید نور کو بنایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک منہاج القرآن کی ویب سائیٹ پر مشاہیر کے تبصرے کے عنوان کے تحت فلم وڈرامہ کے اداکاروں: ندیم، محمد علی، محمد افضل ریمبو، فردوس جمال، عثمان پیرزادہ، مسرت شاہین، شجاعت ہاشمی، افتخار ٹھاکر اور نسیم وکی وغیرہ کے بھی تبصرہ جات فخریہ انداز میں بیان کیے ہیں مثلاً اداکارہ مسرت شاہین کا یہ تبصرہ نقل کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاف وشفاف کردار کے مالک، امن کے سفیر، علم کی روشنی، تنگ نظر نہیں اور ماڈریٹ ہیں۔ اس کلچرل ونگ کے بارے معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی کا نوائے وقت، ۲۳ مئی ۲۰۰۰ء کے ایڈیشن میں ایک مزاحیہ کالم بھی موجود ہے۔

عورتوں کے چہرے کے پردے یا نقاب کے بارے ان کا موقف یہ ہے کہ ماحول، عورت کی ضرورت، اس کی عمر اور اس کے ایمان کی مضبوطی کے مطابق عورت کے لیے چہرے کا پردہ کیس ٹو کیس مختلف ہے لہٰذا کسی خاتون کے لیے یہ واجب، کسی کے لیے مستحب اور کسی کے لیے مباح ہے۔[1]

عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنے کے بارے ان کا کہنا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں محرم کی پابندی اس لیے لگائی گئی تھی کہ سیکورٹی کے مسائل بہت زیادہ تھے جبکہ آج سٹیٹ، پولیس، سسٹم اور سوسائٹی کی طرف سے جو سیکورٹی حاصل ہے، وہ محرم کے حکم میں ہے لہٰذا آج عورت

1 http://www.youtube.com/watch?v=pR3nDZ8Ofoc&feature=related

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے سفر کے لیے محرم کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

مسلمانوں کے لباس کے بارے ان کا کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں کا لباس باحیا ہونا چاہیے۔ باقی اس میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ اگر مسلمان انگریزی ہیٹ پہن لیں یا ٹائی باندھ لیں یا دھوتی پہن لیں یا شلوار قمیص پہن لیں یا افریقن یا انڈین یا یورپین لباس پہن لیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔[2]

ننگے سر، کھلے گریبان، ہاف سلیوز کپڑوں میں ملبوس خواتین کے ساتھ بیٹھنا اور گفتگو کرنا اُن کے ہاں معمول کی بات ہے۔ ایک جگہ اے آر وائے ٹیلی ویژن چینل پر ایک ایسی ہی خاتون کو 'خواتین کے حقوق' کے عنوان سے انٹرویو دے رہے ہیں۔[3]

پروفیسر صاحب اور فنونِ لطیفہ

پروفیسر طاہر القادری صاحب فنون لطیفہ کے بارے بھی نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ان کے مداحین نے ان کی ایسی تصاویر بھی بنا کر شائع کی ہیں جو ہاتھ سے بنائی گئی ہیں جیسا کہ 'ڈاکٹر محمد طاہر القادری؛ میدانِ کارزار میں' نامی کتاب میں سرورق کی تصویر ہے۔

پروفیسر طاہر القادری صاحب میوزک کے ساتھ قوالی اور صوفیانہ کلام سننے کے قائل اور عادی ہیں اور اسی طرح صوفیانہ رقص و سرود کو بھی جائز اور روحانی ترفع کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب کی کئی ایک ایسی ویڈیوز موجود ہیں جن میں وہ قوالی اور صوفیانہ کلام کو فل میوزک اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ محظوظ ہو رہے ہیں اور ان کے سامنے رقص و سرود پیش کیا جا رہا ہے۔ بعض ویڈیوز میں قوالی کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ اُنہیں سجدہ کرتے بھی نظر آ رہے ہیں جس کی تاویل ان کے معتقدین یہ کرتے نظر آتے ہیں کہ یہ پروفیسر صاحب کو سجدہ نہیں بلکہ ان کی قدم بوسی تھی۔ تحریک منہاج القرآن کی طرف سے اس ویڈیو کی یہ توجیہ بیان کی گئی ہے کہ دراصل پروفیسر صاحب کی قدم بوسی تھی اور قدم بوسی شریعتِ اسلامیہ میں جائز ہے۔

میوزک کے بارے اپنے ایک فتویٰ میں پروفیسر طاہر القادری نے اسے صحیح بخاری کی ایک روایت سے ثابت کیا ہے کہ عید و خوشی کے موقع پر میوزک اور رقص جائز ہے اور سلسلہ چشتیہ کا طریق ہے۔[4]

میوزک کے بارے اپنے ایک فتویٰ میں پروفیسر طاہر القادری نے اسے صحیح بخاری کی ایک روایت

1 http://www.youtube.com/watch?v=Ruen5qLhYmA&feature=related
2 http://www.youtube.com/watch?v=AAyc69GM00c
3 http://www.youtube.com/watch?v=4cvjDXb8-R4
4 http://www.youtube.com/watch?v=aO_RD7MFM4Q

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت کیا ہے کہ عیدو خوشی کے موقع پر میوزک اور رقص جائز ہے اور سلسلہ چشتیہ کا طریق ہے۔[1]

اسی طرح اپنے ایک اور فتویٰ میں اُنہوں نے کہا ہے کہ عشق نبی میں رقص و وجد جائز ہے۔[2]

اسی طرح ایک اور ویڈیو میں جناب پروفیسر صاحب کے سامنے قوالی 'پکارو شاہ جیلانی' فل میوزک اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ پیش کی جارہی ہے اور پروفیسر صاحب اسے سنتے ہوئے تشریف لاتے ہیں اور بھانڈ میراثیوں کیلیے روپوں کی ویلیں لیتے اور دیتے ہیں اور شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہیں۔[3]

وحدتِ ادیان اور اتحاد بین المذاہب کا نقطہ نظر

پروفیسر طاہر القادری صاحب غیر مسلموں اور اُن سے اتحاد کے بارے بھی بہت نرم جذبات رکھتے ہیں۔ غیر مسلموں کے حقوق پر اُن کی ایک کتاب بھی ہے۔ اُنہوں نے مسلم کرسچین ڈائیلاگ فورم بھی بنایا ہوا ہے جس کے وہ چیئرمین ہیں۔ اس فورم کے تحت کرسمس تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں قرآن کے ساتھ بائبل کی بھی تلاوت ہوئی۔ عیسائی پادری اور پروفیسر طاہر القادری نے کرسمس کا کیک کاٹا۔ دونوں کی طرف سے امن کی شمع روشن کی گئی۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب نے عیسائیوں کو یہ دعوت دی کہ ان کے ادارہ منہاج القرآن کی مسجد عیسائیوں کی عبادت کے لیے کھلی رہے گی۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنے والوں کو مؤمنین (Believers) میں شمار کیا جاتا ہے اور بقیہ کو نہ ماننے والوں (Non Believers) میں، اور مسیحی بھائی ماننے والوں میں شامل ہیں۔ یہ خبر ۳ جنوری ۲۰۰۶ء کے روزنامہ اخبارات ایکسپریس، نوائے وقت، دن، انصاف، پاکستان اور جناح وغیرہ میں شائع ہوئی ہے۔

پروفیسر صاحب کی بین المذاہب 'رواداری' اور یگانگت کی اس تحریک کے نتائج پاکستان عوامی تحریک کی ویب سائیٹ پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں جس کے مطابق 'منہاج القرآن انٹر فیتھ ریلیشنز' کے تحت چرچ میں عید میلاد النبی کی تقریبات منعقد کی جارہی ہیں اور ہندوؤں کے مقدس تہوار 'ہولی' میں شرکت کی جارہی ہے۔ صلیب کے سائے میں عیسائیوں کے مقدس شہر ویٹی کن سٹی میں پروفیسر صاحب کی ۶۰ ویں سالگرہ منائی جارہی ہے۔ وغیرہ

ڈاڑھی کے بارے موقف

ڈاڑھی کے بارے بھی پروفیسر صاحب کا موقف انتہائی گنجلک ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی چھوڑنا

1 http://www.youtube.com/watch?v=YlOAwAPrZ9Y&NR=1
2 http://www.youtube.com/watch?v=5l1E4kl7kPc&feature=related
3 http://www.youtube.com/watch?v=FylE_93LBJU&feature=

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سنت مؤکدہ ہے، لیکن کتنی چھوڑنی چاہیے، ایک مشت یا اس سے کم یا اس سے زیادہ، اس کی شریعت میں کوئی تعیین نہیں ہے لہٰذا اگر ایک مشت سے کم ڈاڑھی بھی ہو تو بھی جائز ہے اور یہ شرعی حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔ ایک مشت یا اس سے زائد ڈاڑھی رکھنا سنت غیر مؤکدہ یا سنن عادیہ میں سے ہے۔ پس جس کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہو یا ایک مشت ہو یا ایک مشت سے زائد ہو، سب اجر و ثواب میں برابر ہیں۔[1]

شرک وبدعت کے بارے نت نئے تصورات

بدعت کے بارے پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب 'کتاب البدعۃ' میں یہ موقف پیش کیا ہے کہ دین اسلام میں کسی بھی فعل و عمل کا اضافہ اس وقت تک بدعت نہیں کہلائے گا جب تک کہ اس فعل و عمل کی حرمت کتاب و سنت یا آثارِ صحابہ سے ثابت نہ ہو جائے۔ پس پروفیسر صاحب کے نقطہ نظر کے مطابق دین میں کسی اضافہ شدہ فعل و عمل کی حرمت کے بارے اگر کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ میں کوئی نص یا اقوالِ صحابہ میں کوئی اثر موجود نہ ہو تو وہ فعل و عمل جائز اور مباح یا بدعتِ حسنہ کہلائے گا۔

ایک ویڈیو میں جناب پروفیسر صاحب ایک قبر میں اتر کر مردے کو کلمہ پڑھوا رہے ہیں۔ ایک اور قبر پر دفنانے کے بعد مردے کو کلمہ پڑھوایا جا رہا ہے۔[2]

پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب 'عقیدہ توسل' میں اپنا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ آپ کی اُمت سے شرک صادر نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کا اُمتی کبھی بھی مشرک نہیں ہو سکتا ہے۔ اپنے 'تبرک' نامی کتابچہ میں پروفیسر صاحب نے اپنا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ انبیا، اولیا اور صالحین کے آثار و مقامات سے تبرک حاصل کرنے کے لیے ان کے مزارات اور قبروں کا سفر کیا جا سکتا ہے۔ ان کی قبروں، مزارات اور چوکھٹوں کو بطورِ تبرک بوسہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

روزِ قیامت غیر اللہ کی سفارش یا شفاعت یا کام آنے کے بارے پروفیسر صاحب کا خیال ہے کہ قرآنی الفاظ 'من دون اللہ' سے مراد وہ غیر اللہ ہیں جو اللہ کے دشمن اور معاندین ہیں، مثلاً: مشرکین کے بت وغیرہ جبکہ اللہ کے دوستوں اور اولیا کو 'من دون اللہ' میں شامل کرنا درست نہیں ہے۔ پس معبودانِ باطلہ تو اللہ کے مقابلہ میں ولی اور شفیع نہیں ہو سکتے ہیں جبکہ اولیا و صالحین، جو اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں، روزِ قیامت ولی بھی ہوں گے اور سفارشی بھی۔

غیر اللہ سے دعا کرنے کے بارے پروفیسر صاحب کا کہنا یہ ہے کہ دعا تین معنوں: دعوت، التجا یعنی

1 http://www.youtube.com/watch?v=T76BSKzcWgw

2 http://www.youtube.com/watch?v=J5aDi-eW_jc&feature=related
http://www.youtube.com/watch?v=EDloTJrM-kE&feature=related

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درخواست اور عبادت کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ پس اگر دعا بہ معنیٰ عبادت ہو تو غیر اللہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر بہ معنی دعوت یا التجا و درخواست ہو تو غیر اللہ سے دعا کرنا جائز ہے۔ پس غیر اللہ سے استغاثہ جائز ہے اور اُنہیں مجازاً مشکل کشا بھی کہا جا سکتا ہے۔

جناب پروفیسر صاحب نذر و نیاز کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں: نذر بہ معنیٰ عبادت اللہ کے لیے خاص ہے۔ نذر بہ معنیٰ ایصالِ ثواب اللہ کے بندوں کے لیے خاص ہے اور نذر بہ معنیٰ کھانا کھلانے کی نسبت بھی اللہ کے بندوں کی طرف ہو سکتی ہے۔ پس ان کے اس نقطہ نظر کے مطابق مجازاً 'نذر حسین' اور 'نیاز شاہ عبد القادر جیلانی' کہنا درست ہے۔ مذکورہ بالا خیالات کا اظہار اُنہوں نے اپنی کتاب 'عقیدہ توحید اور غیر اللہ کا تصور' میں کیا ہے۔

اپنے کتابچے 'مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت' میں پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرنے کے بعد بھی انبیا اور اولیا سے ایسے ہی استغاثہ جائز ہے جیسا کہ ان کی حیاتِ دنیوی میں جائز تھا۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ، حقیقی استغاثہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت اسے اللہ کی جناب میں وسیلہ بنانے کے مترادف ہے۔ استغاثہ کے علاوہ انبیا اور صالحین کی زندگی اور موت کے بعد بھی ان کے توسّل کو پروفیسر صاحب جائز قرار دیتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں شرک کی تردید میں جس قدر آیات نقل ہوئی ہیں، پروفیسر صاحب اُنہیں معبودانِ باطلہ یعنی مشرکین کے بتوں اور طواغیت کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور ان آیات کے عمومی مفہوم کے قائل نہیں ہیں۔ اپنے ترجمہ 'عرفان القرآن' میں جا بجا اُنہوں نے ایسی آیات کے ترجمہ میں 'بتوں' کا لفظ محذوف نکالا ہے۔ پس پروفیسر صاحب کے بقول قرآن نے جس شرک کی تردید کی ہے، وہ شرک مسلمان معاشروں میں نہیں پایا جاتا ہے لہٰذا معاصر مشرکانہ اعمال وفعال پر قرآنی آیات کی تطبیق درست طرزِ عمل نہیں ہے۔

قرآن مجید کی سائنسی اور باطنی تفسیر

پروفیسر صاحب کئی ایک مقامات پر قرآن مجید کا ایسا ترجمہ یا تفسیر بیان کی ہے جو قرآنِ مجید کے ظاہر یا اہل السنۃ والجماعۃ کے اُصولِ تفسیر کے مطابق نہیں ہے، مثلاً پروفیسر صاحب سورۃ 'النازعات' کی ابتدائی پانچ آیات ﴿ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ ﴾ کی آیات کے دو تراجم میں ایک ترجمہ یہ بیان کیا ہے:

> توانائی کی ان لہروں کی قسم جو مادہ کے اندر گھس کر کیمیائی جوڑوں کو سختی سے توڑ پھوڑ دیتی ہیں، توانائی کی ان لہروں کی قسم جو مادہ کے اندر سے کیمیائی جوڑوں کو نہایت نرمی اور آرام سے توڑ دیتی ہیں، توانائی کی ان لہروں کی قسم جو آسمانی خلا و فضا میں بلا روک ٹوک چلتی پھرتی ہیں، پھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

توانائی کی ان لہروں کی قسم جو رفتار، طاقت اور جاذبیت کے لحاظ سے دوسری لہروں پر سبقت لے جاتی ہیں، پھر توانائی کی ان لہروں کی قسم جو باہمی تعامل سے کائناتی نظام کے بقا کے لیے توازن و تدبیر قائم رکھتی ہیں۔

اسی طرح اُنہوں نے سورۂ نجم کی آیت ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ کا ترجمہ کیا ہے:

قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (چشم زدن میں شب معراج اوپر جاکر) نیچے اُترے۔

سورۂ زمر کی آیت ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(اے حبیب مکرم!) بے شک آپ کو (تو) موت (صرف ذائقہ چکھنے کے لئے) آنی ہے اور وہ یقیناً (دائمی ہلاکت کے لیے) مردہ ہو جائیں گے۔ (پھر دونوں موتوں کا فرق دیکھنے والا ہو گا)

سورہ قصص کی آیت مبارکہ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ جسے آپ (ہدایت پر لانا) چاہتے ہیں، اسے صاحبِ ہدایت آپ خود نہیں بناتے، بلکہ (یوں ہوتا ہے کہ) جسے (آپ چاہتے ہیں اسی کو) اللہ چاہتا ہے (اور آپ کے ذریعے) صاحب ہدایت بنا دیتا ہے اور وہ راہِ ہدایت کی پہچان رکھنے والوں سے خوب واقف ہے۔ (یعنی جو لوگ آپ کی چاہت کی قدر پہچانتے ہیں، وہی ہدایت سے نوازے جاتے ہیں)

سورہ مریم کی آیت ﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا﴾ کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب اُنہوں نے اپنے باپ (یعنی چچا آزر سے جس نے آپ کے والد تارخ کے انتقال کے بعد آپ کو پالا تھا) سے کہا: اے میرے باپ! تم ان (بتوں) کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور تم سے کوئی (تکلیف دہ) چیز دور کر سکتے ہیں۔

سورہ کہف کی آیت مبارکہ ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فرما دیجیے: میں تو صرف (بہ خلقت ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے، ذرا غور کرو) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلام الٰہی اتر سکے)

اسی طرح پروفیسر صاحب نے سورۂ رحمٰن کی آیت ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ﴾ میں دو دریاؤں کی تفسیر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے کی ہے۔ اپنی کتاب 'ذبح عظیم' میں سورۂ صافات کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیت ﴿ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴾ میں 'ذبح عظیم' سے مراد حضرت حسین علیہ السلام کو لیا ہے۔

شیعہ ہونے کا الزام

بریلوی مکتب فکر کے بعض اہل علم نے پروفیسر طاہر القادری پر تفضیلی شیعہ ہونے کا بھی الزام عائد کیا ہے جیسا کہ مفتی غلام سرور قادری نے اپنی کتاب 'پروفیسر طاہر القادری: علمی و تحقیقی جائزہ' میں کہا ہے۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب نے 'قصر بتول' میں 'مولود کعبہ' کے نام سے ایک تقریر میں یہ کہا:

"تمام صحابہ بھی اکٹھے ہو جائیں تو علم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہیں۔"[1]

اسی طرح پروفیسر طاہر القادری صاحب جامعہ المنتظر، لاہور میں مجلس عزا پڑھتے ہوئے کہا کہ سنّیت اور شیعیت میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اصل مسئلہ خوارجیت کا ہے یا دوسرے الفاظ میں سنّی اور شیعہ ایک ہی ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔[2]

پروفیسر طاہر القادری اپنی کتاب 'السيف الجلي على منكر ولاية علي' میں کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت تین قسم کی تھی: ایک خلافتِ ظاہری اور دوسری خلافتِ باطنی، پہلی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملی اور دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ پہلی قسم کی خلافت سیاسی منصب تھا اور دوسری قسم کی خلافت روحانی منصب۔ پہلی قسم کی خلافت انتخابی و شورائی تھی اور دوسری قسم کی وہبی و اجتبائی۔ پہلی قسم کی خلافت کا تقرر عوام الناس نے کیا اور دوسری کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے۔ پہلی قسم کی خلافت کا دائرۂ کار فرش تھا اور دوسری کا عرش تک تھا۔ پہلی قسم کی خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلفائے راشدین میں جاری ہوئی اور دوسری قسم کی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اہل بیت کے بارہ اماموں میں جاری ہوئی۔ پہلی قسم میں آپ کی سیاسی وراثت جاری ہوئی اور دوسری قسم میں روحانی وراثت۔ دوسری قسم کی خلافت کو ولایت و امامت بھی کہتے ہیں۔[3]

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب 'مسئلہ ولادتِ امام مہدی' میں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ دوسری قسم کی خلافت یعنی ولایت و امامت کے آخری خلیفہ امام مہدی ہوں گے اور یہ بارہویں خلیفہ یا امام ہوں گے جیسا کہ اہل تشیع کے ہاں بھی امام مہدی ان کے بارہویں ہی امام ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب 'السیف الجلی علی منکر ولایۃ علی' میں کہا ہے کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت مہدی الارض والسماء، باپ بیٹا دونوں، اللہ کے 'ولی' اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے 'وصی' ہیں۔

1 روزنامہ جنگ، ۱۹ مئی، ۱۹۸۷ء

2 http://www.youtube.com/watch?v=ylj62DZNbq4&feature=related

۳ السیف الجلی علی منکر ولایۃ علی: ص ۹، ۱۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر طاہر القادری کے بقول امام مہدی کا ظہور تقریباً کم از کم ۸ سو سال بعد سن ۲۲۰۴ھ میں یا اس کے بھی ایک ہزار سال بعد ہو گا۔[1]

ہمارے خیال میں اگر تو پروفیسر طاہر القادری صاحب کے شیعہ ہونے سے ناقدین کی یہ مراد ہو کہ وہ اہل تشیع کو خوش کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلفاے راشدین پر ترجیح دیتے ہیں اور اہل تشیع کے تصورِ ولایت و امامت کے قائل ہیں اور امام مہدی کو اثنا عشریہ اہل تشیع کی طرح اپنا بارہواں امام تسلیم کرتے ہیں تو یہ بات تا حال ان کی تقاریر اور کتب سے بالکل ثابت ہوتی ہے، اِلّا یہ کہ وہ مستقبل میں کسی وقت اپنے اس موقف سے رجوع کر لیں۔ یہ درست ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت خلفاے راشدین اور بقیہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم پر ثابت کرنے میں اور ان کی ولایت و امامت کے ثبوت میں تکلف و تصنع اور خطابت و بلاغت کا اظہار کرتے ہیں، لیکن وہ فقہ جعفری یا زیدیہ فقہ کے پیروکار نہیں ہیں بلکہ اپنے آپ کو سنّی اور فقہ حنفی کا متبع بتلاتے ہیں۔ پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری عقائد کے اعتبار سے تفضیلی شیعہ ہیں، لیکن فقہ میں حنفی بریلوی ہیں۔

پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب 'کتاب البدعۃ' میں ان اہل تشیع کے کفر کو یقینی اور قطعی قرار دیا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اُلوہیت کے قائل ہوں یا حضرت جبریل کے بارے یہ عقیدہ رکھیں کہ غلطی سے وحی حضرت علی کی بجائے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لے آئے یا قرآن میں تحریف میں یا ترمیم کا عقیدہ رکھیں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائیں یا یہ عقیدہ رکھیں کہ وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد ہو گئے تھے یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے۔

پروفیسر طاہر القادری کے خواب

پروفیسر صاحب پر اُن کے خوابوں کی وجہ سے بھی مختلف مذہبی اور غیر مذہبی حلقوں کی طرف سے نقد ہوتی ہے۔ یہ خواب تفصیلی ہیں اور اس کی آڈیوز اور ویڈیوز موجود ہیں اور ان میں سے بعض خواب انٹرنیٹ پر 'یوٹیوب' نامی ویب سائیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

ایک خواب: ایک خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سندھ کے کسی شہر میں ہوتی ہے۔ لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو زیارت نہیں کرواتے۔ بالآخر پروفیسر صاحب اکیلے رہ جاتے ہیں اور اُنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پروفیسر صاحب سے شکوہ کرتے ہیں کہ میں اہل پاکستان، دینی جماعتوں، اداروں اور علما سے نالاں ہو کر واپس جا رہا ہوں، کیونکہ اُنہوں نے میری قدر نہیں کی اور اسی لیے میں نے اُن سے ملاقات

1 http://www.youtube.com/watch?v=iUnbJHW2XNs&NR=1

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی نہ کی۔ پروفیسر صاحب اس پر اللہ کے رسول ﷺ کی منتیں سماجتیں کرتے ہیں، پاؤں پڑتے ہیں، روتے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ کا دل نرم پڑ جاتا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ ایک شرط پر پاکستان رکنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب اللہ کے رسول ﷺ کی میزبانی کریں گے۔ پاکستان میں اللہ کے رسول ﷺ کے ٹھہرنے کا انتظام، کھانے پینے کا انتظام، پاکستان میں اندرونِ ملک سفر کے ٹکٹ اور قیام کا انتظام اور واپس مدینے تک کا ٹکٹ کا انتظام پروفیسر صاحب کریں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ تم 'ادارہ منہاج القرآن' قائم کرو، میں وہاں تشریف لاؤں گا۔

دوسرا خواب: ایک دوسرے خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن ہے اور اذان کا وقت ہے۔ مسجدِ نبوی کا مقام ہے اور اجتماعِ عام ہے۔ مؤذن اذان دینے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے کہ اس مؤذن کو ہٹا دو، آج جمعہ کی اذان طاہر دے گا۔

تیسرا خواب: ایک اور خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحرائی علاقہ میں ایک ریتلے ٹیلے پر اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما ہیں۔ آپ کی داہنی جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بائیں جانب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں چھوٹا سا بچہ تھا اور اللہ کے رسول ﷺ نے دائیں طرف اپنے پہلو میں لے لیا اور چاروں خلفائے راشدین سے میرا اور مجھ سے اُن کا تعارف کروایا۔

چوتھا خواب: ایک خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری عمر ۶۳ برس مقرر کی جو اللہ کے رسول ﷺ نے بڑھا کر ۲۲ برس کر دی لیکن پروفیسر صاحب نے قبول نہ کی کیونکہ اس طرح عمر کے سلسلہ میں سنتِ نبوی کی خلاف ورزی کا ارتکاب تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے پروفیسر صاحب کی بات مان کر دوبارہ ۶۳ سال کر دی۔ اب اگلے تین چار سالوں میں فیصلہ ہو جائے گا کہ قادری صاحب اپنے خواب کے مطابق دنیا سے کوچ کرتے ہیں یا اس میں بھی کوئی حیلہ و تاویل پیدا کر لیں گے۔

پانچواں خواب: ایک اور خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ پروفیسر صاحب اللہ کے رسول ﷺ کے مزارِ اقدس میں قبر انور کے پاس موجود ہیں۔ قبر انور کا سر کی طرف والا حصہ (یعنی تاریخ اسلام کا اولین دور) صحیح ہے جبکہ پاؤں والا حصہ (یعنی معاصر دور) منہدم ہو چکا ہے اور میں اس پاؤں والے حصے کی تعمیر شروع کرتا ہوں اور ایک شخص کے ساتھ مل کر اس حصّے کی تعمیر مکمل کر دیتا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ قبر سے باہر تشریف لاتے ہیں اور میں تعمیر کی تکمیل کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ پروفیسر صاحب کو سینے سے لگا لیتے ہیں اور بڑی دیر تک معانقہ فرماتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ ایک کاغذ منگواتے ہیں اور مجھے ایک سند لکھ کر عطا کرتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کے یہ خواب نصر اللہ غلزئی نے 'نقل کفر کفر نباشد' کے عنوان سے ہفت روزہ تکبیر کے ۱۹ جولائی ۱۹۹۰ء اور روزنامہ خبریں کے ۴ جولائی ۱۹۹۳ء کے ایڈیشن میں کیسٹ سے صفحہ قرطاس پر لفظ بلفظ منتقل کر کے شائع کیے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طاہر القادری صاحب اور صحافت

روزنامہ خبریں، ۷ اجنوری ۲۰۰۰ء کے ایڈیشن میں 'اسد کھرل' صاحب کا ایک کالم شائع ہوا جس کے مطابق ۱۲ اکتوبر کی تاریخ میں رات ۸ بجے طاہر القادری صاحب پریس کانفرنس سے خطاب فرما رہے تھے کہ ان کا میڈیا سیکرٹری موبائل فون ہاتھوں میں تھامے حاضر ہوا کہ کہنے لگا کہ قبلہ صاحب جی ایچ کیو سے آپ کے لیے فون ہے حالانکہ اس وقت ملکی و غیر ملکی تمام صحافیوں کے موبائل فون بند تھے کیونکہ موبائل فون سروس چالو نہیں تھی۔ اس پر ایک صحافی نے جب قبلہ حضور سے استفسار کیا ہے: موبائل سروس تو بند ہے تو آپ کو فون کیسے آگیا تو قبلہ کچھ لمحے پریشان رہنے کے بعد فرمانے لگے کہ یہ 'سپیشل کیس' ہے۔ اس پر وہاں موجود صحافی کہنے لگے کہ 'قبلہ' کا ڈرامہ فلاپ ہو گیا ہے۔

روزنامہ پاکستان، ۴ دسمبر ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں چوہدری خادم حسین کا ایک کالم شائع ہوا جس میں یہ بیان ہوا کہ ۲ رمضان کو منہاج القرآن سیکرٹریٹ میں 'پاکستان عوامی تحریک' کے چیئرمین جناب طاہر القادری صاحب نے دوپہر ۲ بجے پریس کانفرنس بلوائی اور اس کے اختتام پر اخبار نویسوں کو دعوت دی کہ آپ کے لیے ہم نے اوپر چائے اور خاطر تواضع کا اہتمام کر رکھا ہے۔ اس پر اخبار نویسوں نے بتلایا کہ وہ سب تو روزے سے ہیں تو طاہر القادری صاحب نے عذر پیش کیا کہ اُنہیں بھول گیا تھا کہ آج روزہ ہے۔ اس پر معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے 'دوپہر کو دی جانے والی افطار پارٹی' کے عنوان سے ایک مزاحیہ کالم بھی نوائے وقت میں لکھا ہے۔

پروفیسر صاحب کا جب نواز فیملی کے ساتھ غارِ حرا جانے کا اتفاق ہوا تو اُنہیں میاں نواز شریف اپنے کندھے پر اٹھا کر غار حرا لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر پروفیسر صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ غار حرا میں ان کی ملاقات ایک فرشتے سے ہوئی ہے جو کشمیری تھا۔ اس واقعہ پر معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی صاحب نے 'کشمیری فرشتہ' کے عنوان سے ایک مزاحیہ کالم بھی لکھا ہے۔

ناقدین

جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب کے ناقدین میں دو قسم کے لوگ ہیں:

ایک مذہبی اور دوسرے غیر مذہبی

مذہبی ناقدین

مذہبی افراد میں سے تقریباً چاروں مسالک بریلوی، دیوبندی، اہل الحدیث اور اہل تشیع کے بعض اہل علم نے ان پر نقد کی ہے۔ پروفیسر طاہر القادری پر نقد کا آغاز بریلوی مکتبِ فکر طرف سے ہوا۔ مشیر وفاقی شرعی عدالت مفتی غلام سرور قادری صاحب نے 'پروفیسر طاہر القادری: علمی و تحقیقی جائزہ' کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام سے ایک کتاب مرتب کی جو ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مفتی صاحب نے پروفیسر طاہر القادری کے بارے یہ کہا ہے کہ اُنہیں دیکھ کر قرآن پڑھنا بھی نہیں آتا ہے اور نہ ہی وہ صحیح ترجمہ کر سکتے ہیں۔ مفتی صاحب نے پروفیسر طاہر القادری صاحب کی آڈیو کیسٹس سے بھی ان کی عربی عبارات کی کچھ اغلاط نقل کی ہیں۔ مفتی صاحب نے پروفیسر صاحب پر یہ بھی طعن کیا ہے کہ پروفیسر صاحب دو اُنگل ڈاڑھی رکھنے کو بھی سنّت قرار دیتے ہیں۔ مفتی صاحب یہ بھی نقل کی ہے کہ پروفیسر صاحب نے عورت کے آدھی کے بجائے مکمل دیّت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کا یہ موقف اجماعِ اُمّت کے خلاف ہے۔ مفتی صاحب نے پروفیسر صاحب کو جھوٹا، جاہل اور تفضیلی شیعہ قرار دیا ہے۔ مفتی صاحب نے شیعیت کے علاوہ بھی بہت سنگین الزامات کی نسبت پروفیسر صاحب کی طرف کی ہے۔

اسی طرح مولانا ابوداؤد محمد صادق نے 'پروفیسر طاہر القادری: علماے اہل سنّت کی نظر میں' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جس کا دوسرا نام 'خطرے کی گھنٹی' بھی معروف ہوا۔ اسی طرح محمد نواز کھرل نے اُن کے بارے 'متنازعہ ترین شخصیت' نامی کتاب لکھی ہے۔

مرکزی دار العلوم اہل سنّت جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد کے بریلوی علما مولانا غلام رسول رضوی، مفتی محمد اسلم رضوی، محمد حبیب الرحمن، ابو صالح محمد بخش، محمد نظام الدین، محمد سعید نقشبندی وغیرہ نے پروفیسر طاہر القادری کے خلاف ایک متفقہ فتویٰ جاری کیا جس میں پروفیسر صاحب کو اہل سنّت کا دشمن قرار دیا گیا۔ اُن کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو ناجائز اور ان کے ادارہ منہاج القرآن میں بچوں کو تعلیم دینے سے روکا گیا۔

مفتی اشرف قادری صاحب نے پروفیسر طاہر القادری صاحب کے بارے کہا ہے کہ یہ شخص پہلے صحیح العقیدہ سنّی اور حنفی تھا، لیکن بعد میں مجتہد بن گیا۔ اس نے عورت کی دیّت کے مسئلہ میں اجماعِ اُمّت کی خلاف ورزی کی ہے اور یہ کم از کم اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہے۔ اُنہوں نے پروفیسر صاحب پر یہ بھی الزام عائد کیا ہے کہ پروفیسر صاحب نے امام خمینی کی وفات پر ایک امام باڑے میں کالا جبہ پہن کر تقریر کی ہے اور کہا ہے پاکستان کا بچہ بچہ خمینی ہو گا اور خمینی کا جینا علی رضی اللہ عنہ کی طرح تھا اور مرنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرح۔ مفتی اشرف قادری صاحب نے طاہر القادری صاحب کو بدترین گمراہ اور فاسق بھی قرار دیا ہے۔[1]

گدی نشین سید عرفان شاہ صاحب نے پروفیسر طاہر القادری صاحب کو 'شیخ الاسلام' کی بجائے 'شیخ فی الاسلام' یعنی بوڑھا مسلمان کا لقب دیا ہے۔ سید عرفان شاہ نے پروفیسر طاہر القادری صاحب پر اس

1 http://www.youtube.com/watch?v=DmgYxJcMqxg

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عتبار سے نقل کی ہے کہ پروفیسر صاحب نے گستاخ عیسائیوں کے ساتھ اخلاق کا حکم دیا ہے۔[1]

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب نے پروفیسر طاہر القادری صاحب پر یہ نقد کی ہے کہ عیسائیوں کو اپنی مسجد میں عبادت کی دعوت دینے کے بعد ہم اسے سنّی ماننے کو تیار نہیں ہیں اور یہ شخص 'طاہر القادری' سے 'طاہر الپادری' بن گیا ہے۔[2]

اہل الحدیث میں سے حکیم محمد عمران ثاقب صاحب نے 'ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی خیانتیں' اور 'طاہر القادری: خادم دین متین یا أفاک اثیم' کے نام سے دو کتابیں لکھی ہیں جس میں اُنہوں پروفیسر طاہر القادری صاحب کے تصورِ بدعت، شرک، وسیلہ، استغاثہ، شیعیت اور میلاد النبی ﷺ کے حوالہ سے نظریات پر شدید نقد کی ہے۔ دیوبندی مکتبِ فکر سے متعلق بعض اہل علم اُنہیں 'کینیڈین شیخ الاسلام' اور بعض سلفی اہل علم انہیں 'شوخ الاسلام' کا لقب دیتے ہیں۔ ماہنامہ 'الاحرار' ملتان اور سہ ماہی 'ایقاظ' میں اس بارے پروفیسر صاحب پر بعض تنقیدی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں سیارہ اور قومی ڈائجسٹ میں ان پر ناقدانہ مضامین شائع ہوئے ہیں۔

علاوہ ازیں مذہبی رہنماؤں میں مولانا محمد اجمل قادری، مولانا سیف الدین سیف، علامہ محمود احمد رضوی، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، مولانا خلیل الرحمٰن حقانی، مولانا عبد الرحمٰن اشرفی، مولانا محمد میاں جمیل، صاحبزادہ فضل کریم، مفتی غلام سرور قادری، مولانا نعیم اللہ فاروقی، مولانا عبد القادر آزاد، مولانا عبد القادر روپڑی، مولانا محمود الرشید حدوٹی، مولانا شمس الزمان قادری، مولانا سیف اللہ قصوری، قاضی کاشف نیاز، امیر حمزہ، علامہ عطاء اللہ بندیالوی، علامہ بشیر القادری اور علامہ خالد ازہری وغیرہ نے بھی پروفیسر صاحب کے بعض افکار پر نقد کی ہے۔

غیر مذہبی ناقدین

غیر مذہبی لوگوں میں سے پروفیسر صاحب پر جن کی نقد معروف ہوئی، ان میں ایک عدالتی فیصلہ بھی ہے۔ اس عدالتی فیصلے کا پس منظر یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کی رہائش گاہ ماڈل ٹاؤن، لاہور پر ۲۱ اپریل ۱۹۹۰ء کی صبح کو پراسرار فائرنگ کا سانحہ پیش آیا اور پنجاب حکومت کی درخواست پر اس کیس کی تحقیق و تفتیش کے بعد عدالت نے فیصلہ جاری کیا۔ اس فیصلے کا ایک اقتباس ہم پروفیسر صاحب کے حق میں لکھی گئی ایک کتاب سے یہاں نقل کر رہے ہیں:

> ''بیان کردہ فائرنگ حقیقی واقعہ نہیں تھا۔ مسٹر قادری کا نقصان اُن کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے... ان کے اس لایعنی طرزِ عمل سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ مسٹر قادری ذہنی طور پر بیمار آدمی

1 http://www.youtube.com/watch?v=3MXpWYDNCm0&feature=related
2 http://www.youtube.com/watch?v=qLPLtUH-eyo&feature=related

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اس لئے وہ اپنے دشمنوں سے جو کوئی بھی ہو سکتے ہیں، حد درجہ خوفزدہ ہوئے بلکہ 'دشمن فوبیا' میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن ان دلائل کو آسانی سے زیر بحث لایا جا سکتا تھا۔ یہ واقعہ کہ مسٹر قادری، اپنے مخصوص خوابوں کو بیان کرنے کے لیے بے قرار رہتے ہیں یا اُن کے غیر صحت مندانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو خواب آتے بھی ہوں لیکن اُن کے تعصبات کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جبکہ وہ اپنے خوابوں کو ایک خاص انداز میں بیان کرتے ہیں اور اپنی شخصیت کو ایک خاص رنگ دیتے ہیں، اس ذہنی ساخت کی شخصیت سے ہر چیز ممکن ہے۔ نصف رات کے سمے ان پر مسلح آدمیوں کے حملے کے ڈرامے کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔"[1]

عدالت کے اس فیصلہ کے مطابق پروفیسر صاحب نے شہرت کے حصول کے لیے اپنی رہائش گاہ پر خود ہی فائرنگ کروائی تھی اور اس کی ذمہ داری اپنے سیاسی مخالفین پر عائد کر دی۔ اس واقعہ کے بارے رفیق ڈوگر صاحب کی 'علامہ کلاشنکوف' اور محمد اشرف ملک کی 'نامور شخصیات کی ناقابل یقین جعل سازیاں' کے نام سے ایک تحریر بھی شائع ہوئی ہے۔

پروفیسر صاحب کے غیر مذہبی ناقدین کی ایک بڑی تعداد میدانِ صحافت سے تعلق رکھتی ہے۔ معروف صحافیوں اور کالم نگاروں میں سے مجیب الرحمٰن شامی، ضیاء شاہد، عطاء الحق قاسمی، حسن نثار، الطاف حسن قریشی، تنویر قیصر شاہد، محمد یونس بٹ اور عباس اطہر نے بھی ان پر نقد کی ہے۔ علاوہ ازیں محمد اسلم اعوان، منیر القادری، صابر شاکر، خورشید احمد ندیم، رفیق ڈوگر، ڈاکٹر اختر نواز خاں، اسد کھرل، قیوم قریشی، مریم گیلانی، رانا پرویز حمید، راحت ملک، سعادت خیالی، ممتاز شفیع، ظفر اقبال، پروفیسر ڈاکٹر اسد اریب، پروفیسر افضل علوی، چوہدری خادم حسین، میاں غفار، ملک نجیب الرحمٰن ارشد، سلطان محمود، جاذب بخاری، سلمٰی عنبر، مظفر وارثی، نذیر حق، آفتاب اقبال، محمد انور گرے وال، تنویر عباس نقوی، بیگ راج، لالہ عاجز، سرفراز اقبال اور عرفان احمد وغیرہ نے بھی پروفیسر طاہر القادری پر مختلف اخبارات میں تنقیدی کالم لکھے ہیں جنھیں محمد نواز کھرل نے اپنی کتاب 'متنازعہ ترین شخصیت' میں جمع کر دیا ہے۔

خلاصۂ کلام

پروفیسر صاحب کے بارے اس وقت دو انتہائیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ ایک تو ان کے مداحین ہیں جو اُنہیں شیخ الاسلام، مجتہدِ مطلق اور قبلہ حضور سے کم درجہ دینے کو تیار نہیں ہیں اور

1 ڈاکٹر محمد طاہر القادری میدان کارزار میں: ص ۲۰۹۔۲۱۰، انکشاف پبلشرز، لاہور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے ان کے شدید ناقدین ہیں جو انہیں طاہر الپادری، مرتد اور صلیبیوں کا مفتی جیسے القابات سے نوازتے ہیں۔ ایسے میں اس بات کی بہت ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ پروفیسر صاحب کے علمی، اخلاقی اور روحانی بگاڑ و فساد پر معتدل نقد کی جائے کہ جس میں تکفیر پر مبنی فتوٰی کی زبان استعمال نہ ہوئی ہو۔ پروفیسر صاحب کی زندگی کا ایک تاریخی جائزہ لینے والے کسی صاحبِ عقل کو اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا ہے کہ پروفیسر صاحب جاہ وجلال، مقام و مرتبہ اور معاشرتی و سیاسی جاہ وجلال کے پجاری ہیں اور اس کے لیے اُنہوں نے اپنے اور لوگوں کے دین کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ اس بارے پروفیسر صاحب کے متجددانہ افکار پر مشتمل ایک کتاب 'متنازعہ ترین شخصیت' پر محمد خالد مصطفوی کا ایک عادلانہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

> ''متنازعہ ترین شخصیت، دراصل پروفیسر طاہر القادری کے 'سائیکل سے لینڈ کروزر تک' کے ارتقائی سفر کا جائزہ ہے جس پر نہایت مثبت انداز میں تنقید کی گئی ہے۔ جناب طاہر القادری کا المیہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ قول و فعل کے تضاد کا شکار رہے ہیں۔ اس داخلی وخارجی دوہرے پن نے اُن کی شخصیت کو بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ ایک طرف وہ بے نظیر بھٹو کو اپنی بہن قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف محترمہ کو کرپٹ بھی کہتے ہیں۔ ایک طرف وہ میاں نواز شریف کو سیکورٹی رسک قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف انہیں ایٹمی دھماکہ کرنے پر مبارک باد بھی پیش کرتے ہیں۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ احتجاج اور ریلیوں سے ملک میں بدامنی پھیلے گی، دوسری طرف وہ خود بڑے اہتمام سے احتجاجی جلسے، جلوس اور ریلیاں منعقد کرواتے ہیں۔ ادھر کلچرل میلہ کا انعقاد کرواتے ہیں تو اودھر میلاد کانفرنس کا اہتمام بھی دھوم دھام سے کرتے ہیں۔
>
> علامہ طاہر القادری نے گزشتہ کئی برسوں سے ماڈریٹ، پروگریسو اور سیکولر شخصیت کا گاؤن پہن رکھا ہے۔ وہ خواب، کہانیاں، بے وقت کی راگنیاں اور اوٹ پٹانگ باتوں سے قوم کو محظوظ کرتے رہتے ہیں۔ ان کی پریس کانفرنسیں رطب ویابس، لاحاصل اور مناقضات سے بھرپور ہوتی ہیں۔ بہترین درسگاہ 'ادارہ منہاج القرآن' جن عظیم الشان مقاصد کے حصول کے لیے قائم کیا گیا تھا، بدقسمتی سے وہ پروفیسر طاہر القادری کی منفی سیاست کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ مہاتما بننے کی اندھی خواہش اور خود کو 'عقلِ کل' سمجھنے کے نفسیاتی عارضے کا شکار ہو کر ان کی شخصیت 'ایبسٹریکٹ آرٹ' کا شہکار بن چکی ہے۔ یہاں سے فارغ ہونے والے نوجوان جنہوں نے کارِ زمانہ کی باگ دوڑ سنبھالنا تھی، اپنی اوچھی حرکات کی بدولت معاشرے میں ہدفِ تضحیک بن کر رہ گئے ہیں۔ 'مصطفوی انقلاب' کے نعرہ سے دستبرداری کے بعد 'وزیر اعظم طاہر القادری' ان کا نصب العین ٹھہرا۔ نجانے اُنہیں کس کی نظر کھا گئی کہ ان کا معیار

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک مسخرے کی سطح سے بھی نیچے گر گیا۔ احسن تقویم کی بلندیوں کی طرف گامزن اسفل السافلین کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئے۔ قال اللہ و قال الرسول کی ایمان افروز آوازوں سے مہکنے والی کلاس روموں میں اب 'بن کے مست ملنگ رہیں گے، طاہر تیرے سنگ رہیں گے' کے ترانے، بھنگڑے ڈالتے ہوئے، فلمی طرز پر گانے گائے جاتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! شاید انہیں بتایا گیا ہو کہ اس 'مجاہدہ' سے عرفان حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گنوا بیٹھے ہیں۔ اہل بصیرت اس صورتحال کو زوال اور عذاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ واقعی جہاں لنگڑے بھنگڑے ڈالیں، اندھے بیچیں، سر کٹے دستاریں فروخت کریں، گنجے 'مقابلہ آرائش گیسو' کا انعقاد کروائیں اور ٹنڈے شمشیر زن ہونے کا دعویٰ کریں، وہاں سے کس خیر کی توقع کی جاسکتی ہے؟ ایسی پستی ہے اہل نظر، آشوبِ چشم اور اہل فکر، ضیق النفس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ انہیں اس ناقابل تلافی نقصان کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ ؎ وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جناب طاہر القادری کا یہ جرم نہایت سنگین ہے کہ انہوں نے محض سستی شہرت، دولت اور سیاسی اقتدار کی خاطر ایسے خوابوں کا سہارا لیا جن میں حضور نبی ﷺ کی صریحاً توہین پائی جاتی ہے۔ ایسا سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ کوئی 'نابغہ روزگار' اس حد تک ذہنی قلاش ہو سکتا ہے۔"

مصادر و مراجع

① پروفیسر طاہر القادری؛علمی و تحقیقی جائزہ، مفتی غلام سرور قادری، مصباح القرآن، لاہور، ۱۹۸۸ء
② متنازعہ ترین شخصیت، محمد نواز کھرل، فاتح پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء
③ 'طاہر القادری کی علمی خیانتیں' حکیم محمد عمران ثاقب، منہاج القرآن والسنۃ، گوجرانوالہ، ۲۰۰۸ء
④ 'ڈاکٹر طاہر القادری؛خادم دین متین یا افاک اثیم' حکیم محمد عمران ثاقب، منہاج القرآن والسنۃ، گوجرانوالہ، ۲۰۱۱ء
⑤ ڈاکٹر محمد طاہر القادری؛میدان کارزار میں، انکشاف پبلشرز، لاہور
⑥ www.minhaj.org
⑦ www.minhaj.info
⑧ www.minhajbooks.com
⑨ www.minhaj.org.pk
⑩ www.minhajsisters.com
⑪ www.pat.com.pk
⑫ http://www.minhaj.org/english/tid/1801

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاری عبد الجبار

طاہر القادری کی مغرب نوازیاں؛ اسلام کی نظر میں

طاہر القادری کس مقصد کے حصول کے لئے واپس آئے ہیں...؟ وہ معاشرے میں کیا تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں...؟ کینیڈا سے وہ کس کا ایجنڈا پورا کرنے آئے ہیں...؟ طاہر القادری کونسا انقلاب لانا چاہتے ہیں...؟ ان تمام اُمور کو مروّجہ سیاسی معیارات پر پرکھنے کے بجائے ہم طاہر القادری کے عقائد و نظریات کی ایک جھلک ذیل میں پیش کررہے ہیں جس سے یہ تمام اُمور خود بخود واضح ہوجائیں گے:

یہودی اور عیسائی کفار میں شامل نہیں!

مسلمانوں کے متفقہ عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص بھی رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا اور آپ کی نبوت کا کسی بھی صورت انکاری ہو تو وہ شخص کافر ہے، چاہے وہ کسی بھی آسمانی کتب کا ماننے والا ہو جیسا کہ تورات و انجیل کے ماننے والے یہودی و نصرانی۔ مگر طاہر القادری صاحب ایک نئے دین کی داغ بیل ڈالنے کے خواہاں ہیں جس کے تانے بانے دراصل 'وحدتِ ادیان' کے باطل عقیدے سے جاکر ملتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کی تو آخری کوشش ہی یہی ہے کہ مسلمانوں کو کسی طرح اس باطل عقیدے پر راضی کرلیا جائے اور اُن کو اسے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ چنانچہ طاہر القادری صاحب ایک محفل میں یوں گویا ہوئے:

> ”پوری دنیا میں جو تقسیم کی جاتی ہے تو Believers اور Non Believers کی تقسیم کی جاتی ہے۔ Non Believers کو کفار کہتے ہیں علمی اصطلاح میں، اور Believers ان کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں؛ مذہب اُن کا کوئی بھی ہو۔ جب Believers اور Non Believers کی تقسیم ہوتی ہے تو یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ، مسیحی برادری اور مسلمان یہ تین مذاہب Believer میں شمار ہوتے ہیں، یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے۔“[1]

طاہر القادری صاحب گاہے بگاہے تمام کفریہ مذاہب کے پیشواؤں کو بلاکر مختلف عنوانات کے تحت تقریبات کا انعقاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک محفل، جس میں تمام کفریہ مذاہب کے

1 http://www.tahirulpadri.com/audio/Tahirul_Padri_ka_bayan_Yahoodi_aur_Isaai_Beleivers_hai_MaazAllah.mp3

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پیشواؤں کو بلایا گیا تھا، اس میں طاہر القادری یوں گویا ہوئے:

”اللہ نام میں صرف مسلمانوں کے خدا کی خصوصیت نہیں۔ اللہ صرف God کا عربی ترجمہ ہے اور اپنے خدا کو جس نام سے جس طرح چاہے پکارو، ویسے پکارو جیسے تمہارے مذہب میں ہے“

چنانچہ اس موقع پر تمام کفار نے اپنے اپنے مذہب کے مطابق اپنے معبودوں کے نام لینا شروع کر دیے اور طاہر القادری مائک لے کر فرداً فرداً ہر ایک کے پاس جاتے رہے۔[1]

اسی طرح عیسائیوں کے سب سے بڑے تہوار 'کرسمس ڈے' کے موقع پر اپنے ادارے کی جانب سے منعقدہ تقریب کے موقع پر جو خطاب کیا، وہ اس طرح اخبارات کی زینت بنا: ”یہودی، مسلمان اور کرسچین ایمان والوں میں شامل ہوتے ہیں۔ جو کسی آسمانی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے، وہ کفار ہیں۔“[2]

”دنیا میں تین بڑے مذاہب ہیں: یہودی، عیسائی اور مسلمان جو اہل ایمان کی صف میں شامل ہیں۔“[3]

حالانکہ مذکورہ عقیدہ سراسر باطل ہے۔ صحیح مسلم میں نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ»[4] ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے! کہ اس اُمت کا جو شخص بھی، خواہ یہودی ہو یا نصرانی، میری بعثت کی خبر سن کر میری نبوت اور اس دین پر جو میں لے کر آیا ہوں، ایمان لائے بغیر مر گیا تو وہ جہنمی ہے۔“

اسی طرح امام حاکم، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانِ نبوی ﷺ روایت کرتے ہیں:

«ما من أحد يسمع بي من هذه الأمة، ولا يهودي ولا نصراني، ولا يؤمن بي إلا دخل النار» فجعلت أقول: أين تصديقها في كتاب الله؟ وجدتُ هذه الآية ﴿مَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ قال: الأحزاب الملل كلها[5]

”اس اُمت کا جو بھی آدمی خواہ یہودی ہو یا نصرانی، میری بعثت کی خبر سن کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر دل میں کہنے لگا کہ قرآنِ کریم کی کون سی آیت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے؟ تو

1 http://www.tahirulpadri.com/audio/TAHIRUL_PADRI_promoting_Shirk_Shaykhul_Shaitan_Exposed.mp3

۲ روزنامہ خبریں، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

۳ روزنامہ انصاف، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

۴ صحیح مسلم: ۲۴۰

۵ مستدرک الحاکم: ۳۲۶۷ ... هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه،... سورۃ ہود: ۱۷

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آخر سورۃ ہود کی یہ آیت میرے ذہن میں آئی: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ﴾ ''اور تمام احزاب میں سے جو بھی آپ ﷺ کا منکر ہو تو اس کے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے۔'' پھر فرمایا: 'الاحزاب' میں تمام مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔''

درج بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل ایمان صرف وہ ہے جو کہ تمام آسمانی کتب اور انبیاے کرام پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کے نبوت کا اقراری بھی ہو ورنہ بصورتِ دیگر اس کا شمار کفار میں ہوگا اور وہ دائمی طور پر جہنم میں رہے گا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ باطل عقیدے کے کوئی پیر نہیں ہوتے اور نہ اس کی کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ یہی معاملہ طاہر القادری کے اس باطل عقیدے کا ہے کہ وہ ایک طرف یہودیوں اور نصرانیوں کو اہل ایمان میں شمار کرتے ہیں اور اِس کے لئے اُن کا معیار صرف ان یہودیوں اور نصرانیوں کا اپنی اپنی آسمانی کتب پر ایمان رکھنا ہے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کے لئے اہل ایمان کی صف میں شامل رہنے کے لئے جو شرط عائد کرتے ہیں، اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھنا لازم سمجھتے ہیں اور اس کا انکار کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ طاہر القادری نے مسیحی برادری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''انہوں نے کہا اگر کوئی مسلمان تمام فرائض پر عمل پیرا ہو کر اگر یسوع مسیح کی نبوت پر اور رسالت کا انکار کر دے تو وہ کافر تصور ہوگا۔''[1]

ذرا غور فرمایئے! کہ کوئی مسلمان اگر یسوع مسیح کی نبوت کا انکار کر دے تو وہ اہل ایمان کی صف میں سے نکل کر کافروں کی صف میں شامل ہو جائے گا (جو کہ اپنی جگہ درست بات ہے) مگر یہودی اور نصرانی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے کے باوجود اہل ایمان اور مسلمان و مؤمن کی صف میں شامل رہیں گے؟ بھلا خود ہی عقل و انصاف سے سوچئے کہ یہ کیسا انصاف ہے جو جناب کی زبان سے صادر ہو رہا ہے، اس عقیدہ کی خرابی اور گمراہی میں کیا شک ہو سکتا ہے؟؟

طاہر القادری کی جانب سے کرسمس کی تقاریب کا اہتمام

طاہر القادری صاحب نے ایک طرف یہود و نصاریٰ کو اہل ایمان کی صف میں شامل کیا بلکہ اُن کی خوشنودی و رضا کے حصول کے لئے اتنا آگے بڑھ گئے کہ اپنے ادارے منہاج القرآن کے تحت ''میری کرسمس ڈے'' منایا جانے لگا جس میں نہ صرف باقاعدہ عیسائی پادریوں کو مدعو کیا جاتا ہے بلکہ عیسائیوں کی طرح کرسمس کیک کاٹا جاتا ہے اور شمعیں روشن کی جاتی ہیں۔

۳؍ جنوری ۲۰۰۶ء کو پاکستان کے تمام اخبارات میں یہ خبر تصاویر کے ساتھ نمایاں چھپی کہ طاہر

1 روزنامہ خبریں، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

القادری عیسائی پادریوں کے ہمراہ کرسمس کیک کی شمعیں روشن کر رہے ہیں، کرسمس کیک کاٹ رہے ہیں اور عیسائی برادری میں تحفے بھی تقسیم کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ عیسائی اپنے ڈھول باجے بھی ساتھ لائے تھے جس کو انہوں نے مذہبی عقیدت کے ساتھ بجایا، جس میں طاہر القادری کے الفاظ یہ تھے:

"اُنہوں نے وہاں موجود مسیحی ڈھول باجے کی دھنیں بجانے والوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کی اُنگلیاں ماہرانہ انداز میں چلتی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ سنیوں کے محفل سماع میں بھی آئیں اور قوالی میں شریک ہوں۔"[1]

اس کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے یہ حکم بھی صادر فرما دیا کہ

"منہاج القرآن کی مسجد عیسائیوں کے لئے کھلی رہے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں امن کے قیام کے لئے نفرتیں ختم کرنا ہوں گی۔"[2]

"ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا ہے کہ ادارہ کی مسجد مسلمانوں کے ساتھ عیسائی بھائیوں اور بہنوں کیلئے بھی ہر وقت کھلی ہے۔ وہ جب چاہے اپنے مذہب کے مطابق اسمیں عبادت کر سکتے ہیں۔"[3]

یعنی اب مسلمانوں کی مساجد میں عیسائی ڈھول باجوں کے ساتھ عبادت کریں گے اور اپنا ناقوس بھی مساجد میں بجائیں گے۔ العیاذ باللہ

چنانچہ جب طاہر القادری صاحب کی اس حرکت پر اعتراض کیا گیا اور سخت تنقید کی گئی تو اُن کے ایک مرید ابو الاوّاب ہاشمی نے "کرسمس کی تقاریب کا اہتمام اور اُن میں شرکت" کے تحت منہاج القرآن کی ویب سائٹ پر اس اعتراض کا جواب یوں دیا:

"اس ضمن میں سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین رکھنا ضروری ہے اور اس میں کوئی دو آرا نہیں ہیں کہ کرسمس مسیحیوں کا مذہبی تہوار ہے۔ مسلمانوں کے لیے اسے مذہبی طور پر اپنانا جائز نہیں ہے۔ تحریک کے مرکز یا بیرونِ ملک مراکز پر منعقد ہونے والی کرسمس کی تقاریب کا انعقاد قطعی طور پر مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ مسیحی مذہب کے پیروکاروں کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس میں شرکا کی کثیر تعداد مسیحی افراد کی ہی ہوتی ہے اور تحریک منہاج القرآن کے سربراہ و قائد جذبۂ خیر سگالی کے اظہار کے لیے ایسی تقاریب میں شریک ہوتے ہیں۔ کرسمس کو اسلامی تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے، نہ کہ اس کا اہتمام مسلمانوں کے لئے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ الزام کلیتاً بے بنیاد ہے کہ کرسمس کی تقریب کے منہاج القرآن کے کسی مرکز پر

1 روزنامہ انصاف، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

2 روزنامہ ایکسپریس، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

3 روزنامہ جناح، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انعقاد کا مقصد مسلمانوں میں اس تہوار کو عام کرنا یا نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔''[1]

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کرسمس ڈے مسلمانوں کا تہوار نہیں اور مسلمانوں کی اس میں شرکت بھی جائز نہیں تو پھر اس تہوار کا اپنے ادارے کے تحت انعقاد کرنا کیسے جائز ہو گیا؟ اور جب عام مسلمانوں کی اس میں شرکت جائز نہیں تو طاہر القادری صاحب کو وہ استثنٰی کس وحی کے تحت مل گیا کہ اُن کے لئے اس میں شرکت جائز ہو گئی۔ باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ طاہر القادری نے اپنے حلقہ انتخاب میں الیکشن جیتنے کے لئے عیسائی برادری کے ساتھ اس قدر خیر سگالی کا مظاہرہ کیا کیونکہ اس حلقہ میں عیسائی لوگ بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

جہاں تک سوال ہے 'جذبۂ خیر سگالی' کا تو کیا ایسا کوئی ثبوت ہمیں رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں ملتا ہے کہ اُنہوں نے 'جذبۂ خیر سگالی' کے تحت کفار کے تہواروں میں شرکت کی ہو بلکہ اس کا اپنی طرف سے انعقاد بھی کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے اس قسم کے تہواروں سے دور رہنے کا صریح حکم دیا گیا ہے اور ان میں کسی بھی طرح کی شرکت کو کفر و شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سلف و خلف کے فقہا اور علماے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی قوم کے مذہبی تہواروں کی تعظیم اور تقریبات کا انعقاد شعوری طور پر کیا جائے تو یہ کفر ہے اور اس فعل سے انسان اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ جیسا کہ ثابت بن ضحاکؓ سے مروی یہ حدیث اس بارے واضح رہنمائی کرتی ہے:

قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ»[2]

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا بوانہ میں زمانۂ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی وہاں پوجا کی جاتی تھی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا وہاں کفار کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ تو

1 http://www.minhaj.com.pk/ur/261

۲ سنن ابو داود: ۳۳۱۳

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو اپنی نذر پوری کر کیونکہ گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس چیز میں نذر لازم نہیں آتی جس میں انسان کا کوئی اختیار نہ ہو۔" اس حدیث کی روشنی میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ

"جب جاہلی میلوں اور عبادت گاہوں پر کسی عقیدت مندانہ حاضری کو منع کر دیا گیا تو خود جاہلی عیدوں میں شرکت بدرجہ اولیٰ ممنوع ہو گئی۔"

مزید بر آں سورۃ الفرقان کی آیت ۷۲: ﴿ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ﴾ "رحمٰن کے بندے جھوٹ پر گواہ نہیں ہوتے۔" کی تفسیر میں "الزور" سے تابعین نے غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات کو مراد لیا ہے۔ جیسا کہ امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں: "الزُّور سے مراد عیسائیوں کی عید شعانین ہے۔"

مجاہد اور ربیع بن انس فرماتے ہیں: هو أعياد المشركين "یہ مشرکوں کی عید کو کہتے ہیں۔"

قاضی ابو یعلیٰ اور امام ضحاک رحمہ اللہ سے بھی یہی رائے منقول ہے۔ فقہاے مالکیہ سے منقول ہے:

"جو شخص مشرکین کے کسی تہوار میں خربوزے کو خاص طرح سے کاٹتا ہے (جیسے آج کل کرسمس کا کیک وغیرہ) تو گویا وہ خنزیر ذبح کرتا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اجتنبوا أعداء الله في عيدهم

"اللہ کے دشمنوں کی عید سے بچو۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من بني بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبَّه بهم حتى يموت، حُشر معهم يوم القيامة[1]

"جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے اور ان کی عید نوروز اور تہوار مناتا ہے اور انکی صورت اختیار کرتا ہے اور اسی حال میں مر جاتا ہے تو قیامت کے دن اُن ہی کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔"

طاہر القادری کیلئے مقام فکر ہے کہ کیا وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کے ساتھ اُٹھنا چاہتے ہیں؟

مساجد کو گرجا گھروں میں تبدیل کرنے کا پروگرام

طاہر القادری صاحب کرسمس ڈے پر عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"منہاج القرآن کی مسجد عیسائیوں کے لئے کھلی رہے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں امن کے قیام کے لئے نفرتیں ختم کرنا ہوں گی۔"[2]

"ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا ہے کہ ادارہ کی مسجد مسلمانوں کے ساتھ عیسائی بھائیوں اور بہنوں

۱ دیکھئے امام ابن تیمیہ کی کتاب 'اقتضاء الصراط المستقیم': ص ۱/۱۹۹، ۱۳۲، ۸۳

۲ روزنامہ ایکسپریس، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا ہے کہ ادارہ کی مسجد مسلمانوں کے ساتھ عیسائی بھائیوں اور بہنوں کیلئے بھی ہر وقت کھلی ہے۔ وہ جب چاہے اپنے مذہب کے مطابق اسمیں عبادت کر سکتے ہیں۔"[1]

اس سلسلے میں انہوں نے ۹ھ میں نجران کے عیسائی وفد کی آمد کے موقع پر اُن کو مسجدِ نبوی میں ٹھہرانے اور اس دوران پیش آمدہ واقعہ سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کی مساجد میں اہل کتاب یعنی یہودیوں اور نصارانیوں کو اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی ہر وقت کھلی اجازت ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے طاہر القادری صاحب نے عیسائیوں کو باقاعدہ دعوت دی کہ وہ ہماری مساجد میں آکر اپنے طریقے کے مطابق عبادت کیا کریں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قیام چونکہ مسجدِ نبوی میں ہی زیادہ ہوا کرتا تھا لہٰذا جو بھی وفود آتے، وہ آپ سے مسجدِ نبوی میں آپ سے ملاقات کرتے۔ چنانچہ جب اہل نجران کا وفد آیا تو آپ سے تفصیلاً بات کرنے کے لئے مسجدِ نبوی میں ٹھہرا۔ اس دوران ایک دفعہ آپ نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے تو وہ اپنے مذہبی طریقے کے مطابق نماز پڑھنے لگے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو منع کیا لیکن آپ ﷺ نے عارضی طور پر اُس وقت ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے مسجدِ نبوی میں ان کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی خصوصاً تلقین کی ہو یا ان کو اس بات کی باقاعدہ طور پر دعوت دی ہو اور نہ ہی ہمارے اسلاف نے اس واقعہ سے مسلمانوں کی مساجد میں اہل کتاب کو باقاعدہ طور پر عبادت کی دعوت دینے کا حکم اخذ کیا ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعد میں جب ۹ھ میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا ﴾[2] "اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ناپاک ہیں۔ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں۔" تو آپ ﷺ نے یہ حکم جاری فرمایا:

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ مَسْجِدَنَا هَذَا مُشْرِكٌ بَعْدَ عَامِنَا هَذَا غَيْرَ أَهْلِ الْكِتَابِ وَخَدَمِهِمْ»[3]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک ہماری مسجدوں میں داخل نہ ہو سوائے اہل کتاب اور ان کے خادموں کے۔"

محدثین کے نزدیک اس حدیث میں اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو کہ ذمی ہوں جیسا اس

۱ روزنامہ جناح، ۳ جنوری ۲۰۰۶ء

۲ سورۃ التوبۃ: ۲۸

۳ مسند احمد: ۱۴۱۲۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بات کی وضاحت مسند احمد میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی اس فرمان نبوی ﷺ سے یوں ملتی ہے:

«لَا يَدْخُلُ مَسْجِدَنَا هٰذَا بَعْدَ عَامِنَا هَذَا مُشْرِكٌ إِلَّا أَهْلُ الْعَهْدِ وَخَدَمُهُمْ»[1]

"اس سال کے بعد کوئی مشرک ہماری مسجدوں میں داخل نہ ہو سوائے ذمیوں اور ان کے غلاموں کے۔"

چناچہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں سورۃ توبہ کی درج بالا آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

كتب عمر بن عبد العزيز، رضي الله عنه: أن امنعوا اليهود والنصارى من دخول مساجد المسلمين، وأتبَعَ نهيه قول الله: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾[2]

"عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دورِ خلافت میں یہود ونصاریٰ کو بھی مسلمانوں کی مسجدوں میں داخلے سے ممانعت کا حکم جاری فرمایا تھا، اللہ کے اس فرمان کے بسبب "مشرکین نجس ہیں۔"

یہ تو ہے حکم مشرکین اور یہود ونصاریٰ کے مسجد میں صرف داخل ہونے کا معاملے میں۔ جہاں تک تعلق ہے ان کا مسلمانوں کی مساجد کو باقاعدہ اپنی عبادت کے لئے استعمال کرنا یا اُن کو اس کے لئے دعوت دینا تو تمام فقہائے سلف صالحین کے نزدیک یہ کسی صورت جائز نہیں۔

طاہر القادری کی نظر میں شیعہ سنّی بھائی بھائی

طاہر القادری صاحب ایک مقام پر "شیعہ سنی بھائی بھائی" کے نعروں کی گونج میں پرجوش تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"سنیے! اگر جو بات میں نے کہی، وہ سنّیت ہے تو ایمان سے کہو کہ یہی شیعیت ہے یا نہیں؟ یہی شیعیت ہے! تو جھگڑا کس بات کا؟ تو پتا چلا جھگڑا سنّی شیعہ میں نہیں ہے، جھگڑا خارجیت کا ہے۔ جھگڑا سنیّت اور شیعیت میں نہیں، یہ تو دونوں کربلا میں ہیں اور خارجیت دمشق کے تخت پر ہے... لہٰذا میری تلقین ہے کہ آج کے بعد آپ کو اس طرح سے (ہاتھ ہاتھ ملا کر) رہنا ہے۔"[3]

سوال یہ ہے کہ طاہر القادری صاحب "شیعہ سنی بھائی بھائی" کا جو نعرہ لگوا رہے ہیں، اس کی شرعاً کوئی حیثیت بھی ہے یا نہیں! یا طاہر القادری صاحب ایک عالمی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے یہ نعرہ لگوا رہے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ "شیعہ سنی بھائی بھائی" کبھی بھی نہیں ہو سکتے بلکہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسے ایک نیام میں دو تلواریں اکٹھی نہیں ہو سکتی، ایسے ہی ان رافضی شیعوں کا اہل السنۃ کا بھائی ہونا بعید القیاس ہے۔ کیونکہ یہ رافضی شیعہ جو عقائد رکھتے ہیں وہ انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج

1 مسند احمد: ۱۴۶۸۶

2 تفسیر ابن کثیر: ۱۳۱/۴

3 http://www.tahirulpadri.com/audio/Padri_Taqreer_Sunni_Shia_Bhai_Bhai_MaazAllah.mp3

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لئے کافی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ ؓ پر بہتان باندھنا، ان کی اور دیگر صحابہ کرام بشمول حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہوئے اہل جہنم میں شمار کرنا۔ پس اگر ان رافضی شیعوں کی حقیقت کو شرعی طور پر جان لیا جائے تو اس حقیقت کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ طاہر القادری صاحب کس ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ چناچہ العقیدۃ الواسطیۃ میں درج ہے:

المعروف أن الرافضة قبّحهم الله يسبّون الصحابة ويلعنوهم وربّما كفّروهم أو كفروا بعضهم والغالبية منهم مع سبّهم لكثير من الصحابة والخلفاء يغلون في علي وأولاده ويعتقدون فيهم الإلهيّة[1]

"یہ بات معروف ہے کہ روافض... اللہ اُنہیں ہلاک کرے کیونکہ وہ... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے اور ان پر لعنت کرتے ہیں اور تمام صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں یا اُن میں سے بعض کو کافر کہتے ہیں اور ان کی غالب اکثریت صحابہ کرام اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی اولاد کے بارے میں غلو کرتی ہے اور ان کے بارے میں خدا ہونے کا اعتقاد رکھتی ہے۔"

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان رافضی شیعوں کی یوں تعریف کرتے ہیں:

جس نے یہ کہا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم امام (خلیفہ برحق) نہیں ہیں، تو وہ 'رافضی' ہے۔[2]

امام الخرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "یہ لقب ہر اس شخص کے لیے استعمال کیا گیا ہے جس نے دین میں غلو کیا اور صحابہ کی شان میں طعن کو جائز قرار دیا۔"[3]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بیٹے عبد اللہ یوں روایت کرتے ہیں:

قلت لأبي من الرافضة قال الذي يشتم ويسبّ أبابكر وعمر[4]

"میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ 'رافضی' کون ہیں، فرمایا وہ شخص جو سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کو برا کہے اور ان کو گالیاں دے۔"

چناچہ یہی وہ گروہ ہے جس کے بارے میں رسول ﷺ کا یہ فرمان سیدنا ابن عباس سے مروی ہے:

كنت ثم النبي ﷺ وعنده علي فقال النبي ﷺ: «يا علي! سيكون في أمتي قوم ينتحلون حبّ أهل البيت لهم نبز يسمون الرافضة قاتلوهم فإنهم

1 شرح العقیدۃ الواسطیہ: ۱/ ۲۵۳
2 السیر للذہبی فی ترجمۃ
3 شرح مختصر الخلیل
4 السنۃ للخلال: ۳/ ۴۹۲ واسنادہ؛ صحیح... السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۲/ ۵۴۸

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشرکون»[1]

میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! میری اُمت میں عنقریب ایسی قوم ہوگی جو اہل بیت سے محبت کا (جھوٹا) دعویٰ کرے گی، اُن کے لئے ہلاکت ہے ان کو رافضہ کہا جائے گا تم ان سے قتال کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔"

وعن فاطمة بنت محمدﷺ قالت: نظر النبی ﷺ إلى علي فقال: «هٰذا في الجنة، وإن من شيعته يعلمون (وفي رواية يلفظون) الإسلام ثم يرفضونه، لهم نبزيسمون (وفي رواية يشهدون) الرافضة، مَن لَقِيهم فليقتلهم فإنهم مشركون»[2]

"حضرت فاطمہ بنتِ محمد ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ یہ جنت میں ہو گا اور اس کے گروہ میں سے ایسے لوگ ہوں گے جو اسلام کو جاننے کے بعد اِس کو جھٹلادیں گے۔ ان کے لئے ہلاکت ہے، ان کو رافضہ کے نام سے جانا جائے گا، جب تمہارا ان سے سامنا ہو تو ان سے قتال کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔"

عن علي بن أبي طالب قال قال رسول اللهﷺ: «ياعلي! إنك من أهل الجنة وانه يخرج في أمتي قوم ينتحلون شيعتنا ليسوا من شيعتنا لهم نبز يقال لهم الرافضة وآيتهم إنهم يشتمون أبا بكر وعمر أينما لقيتهم فاقتلهم فإنهم مشركون»[3]

"حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم اہل جنت میں سے ہو اور میری اُمت میں سے ایسی قوم نکلے گی جو اپنے آپ کو ہماری اولاد سے منسوب کریں گے اور وہ ہماری اولاد میں سے نہیں ہوں گے۔ اُن کے لئے برائی ہے، ان کو رافضہ کہا جائے گا اور اُن کی علامت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کو گالی دیں گے۔ وہ جہاں کہیں بھی تم کو ملیں تو تم ان کو قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام عامر شعبی اس گروہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"میں تمہیں گمراہ اور خواہش پرستوں سے ڈراتا ہوں اور ان میں شریر ترین 'رافضہ' ہیں..."[4]

۱ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن بحوالہ مجمع الزوائد:۱۰/۲۲: السنۃ لابن ابی عاصم:۲/۴۷۶

۲ مسند ابی یعلیٰ ۱۲/۱۳،۴۹۱، رقم:۶۶۰۵، رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات بحوالہ مجمع الزوائد:۱۰/۲۲

۳ السنن الواردۃ فی الفتن:۳/۶۱۶، رقم الحدیث:۲۷۹؛ الفردوس بماثور الخطاب:۵/۳۱۶

۴ السنۃ از خلال:۳/۴۹۸

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو کوئی ان واضح دلائل کے بعد بھی اس بات کا قائل ہو کہ "شیعہ سنی بھائی بھائی" ہیں تو اس کے عزائم اور خدمتِ اسلام کا خود بخود اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

طاہر القادری کی خود فریبی... اُن کو سجدہ کرنا

طاہر القادری صاحب کی ذات سے ہر روز ایک نیا فتنہ اور فساد کھڑا ہوتا ہے۔ طاہر القادری صاحب کو اور اُن کے مریدوں کو اللہ ہی جانے اُن کی شخصیت کے بارے میں کیا غلط فہمی ہو گئی ہے کہ وہ ان کے آگے معاذ اللہ سجدہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں اور اس فعل پر طاہر القادری صاحب کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا۔ ایسا ہی ایک واقعہ ایک قوالی کی محفل میں پیش آیا جس کی وجہ سے طاہر القادری صاحب پر کڑی تنقید کی گئی۔ گو کہ اس واقعہ یوں کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی گئی کہ اُن کے مرید اُن کو سجدہ نہیں کر رہے تھے بلکہ اُن کے پیر چوم رہے تھے۔

لیکن جس قوالی پر اُن کے مرید سجدہ کر رہے تھے یا اُن کے بقول پیر چوم رہے تھے، اس کے الفاظ غور کیا جائے تو خود بخود یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آیا وہ پیر چومے جا رہے تھے یا سجدے کئے جا رہے تھے۔ اس دوران قوال ایک جملہ بار بار دہرائے جا رہا تھا کہ

"اے جلوہ جاناں!... جس جا نظر آتے ہو... سجدے وہیں کرتا ہوں۔"[1]

باقی دلوں کے حال سے تو اللہ بخوبی واقف ہے!!

احکامِ شریعت کی پابندی سے آزاد شخصیت

طاہر القادری صاحب نہ صرف ایک طرف خود فریبی کا شکار ہیں بلکہ شیطان نے اُن کو ایسے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ وہ خود کو احکامِ شریعت کے پابندی سے بھی آزاد سمجھنے لگے ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کا تذکرہ کرسمس تقریبات میں شرکت کو اپنے لئے جائز سمجھنے کے ضمن میں کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے شرعی اُمور ہیں جن سے طاہر القادی اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں، مثلاً عورتوں کے ساتھ بے پردہ اختلاط کرنا، اُن سے مصافحہ کرنا اور ان کی مشابہت اختیار کرنا وغیرہ۔

اسی طرح 'نعت خوانی' کے نام پر ایسی تقریبات کا منعقد کرنا جس میں کھلے عام مختلف انداز میں لوگوں کو 'وجد' کے نام پر رقص پر اُبھارنا بھی شامل ہے۔[2]

طاہر القادری کی نظر میں امریکہ اور دیگر یورپی ممالک 'دار الامن' ہیں

طاہر القادری صاحب کس کے ایجنڈے پر کاربند ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ

1 http://youtu.be/T30kO8PVsKM
2 http://youtu.be/hMiM6OEoni0

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ عالم کفر کی سب سے بڑی اور قائد حکومت امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کو شرعی طور پر 'دار الامن' قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے صرف دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہاں مسلمانوں کو بعض عبادات اور ذاتی زندگی میں چند احکامات پر عمل کی اجازت ہے۔ اس کے لئے وہ سلف وصالحین کے فتاویٰ واقوال کو بڑی خوبصورتی سے توڑ مروڑ کر اور اُن کے سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ امریکہ ویورپی ممالک کو 'دار الحرب' قرار دینے والوں کی مذمت کرتے ہوئے 'دار الحرب' کو صرف اس بات سے مشروط کرتے ہیں کہ "وہاں مسلمان اور ذمی مامون نہ رہیں۔" باقی اُن کی نگاہ میں 'دار الکفر' محض کسی ایک حکم شرعی کی پر عمل کی اجازت دے دینے کے بعد 'دار الکفر' نہیں رہ جاتا، چاہے باقی قانونِ شرعیہ کی دھجیاں بکھیر دی جائیں اور شرعی قوانین کے بجائے کفریہ قوانین ہی کیوں نہ نافذ ہوں، اِس سے اُن کی نظر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔[1]

ہم اس کی مزید تفصیل میں جانے کے بجائے شرعی واصطلاح معنوں میں 'دار الاسلام، دار الحرب، دار الامن' کی تعریف سمجھ لیتے ہیں تاکہ اصل حقیقت سامنے آجائے۔

دار الاسلام کی تعریف: فقہائے کرام رحمہم اللہ نے باتفاق کسی بھی علاقے کو دار الاسلام قرار دینے کے لئے دو شرطیں ہی بیان کی ہیں: ۱۔ حاکم کا مسلمان ہونا ۲۔ احکام اسلامی کا اجرا

امام سرخسی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

وبمجرد الفتح قبل إجراء أحكام الاسلام لاتصير دار الإسلام[2]

"صرف فتح کے بعد احکامِ اسلام کے اجرا کے بغیر دار الحرب، دار الاسلام میں تبدیل نہیں ہوتا۔"

وكذٰلك لو فتح المسلمون أرضًا من أرض العدو حتى صارت في أيديهم وهرب أهلها عنها. لأنها صارت دار الإسلام بظهور أحكام الإسلام فيها[3]

"اسی طرح اگر مسلمان دشمنوں کی کوئی زمین فتح کر لیں یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے ماتحت ہو جائے اور اس کے رہنے والے بھاگ جائیں (یعنی مغلوب ہو جائیں) تو یہ علاقہ احکام اسلام کے ظاہر ہونے سے دار الاسلام قرار پائے گا۔"

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دار الحرب تصير دار الإسلام بإجراء أحكام أهل الإسلام فيها[4]

"دار الحرب میں اہل اسلام کے احکامات جاری ہونے سے وہ دار الاسلام میں تبدیل ہو جاتا ہے"

1 http://youtu.be/ZVRMTSVA1tM

۲ المبسوط از سرخسی: ۱۰/۳۲

۳ شرح السیر الکبیر: ۲/۱۸۵

۴ فتاویٰ ابن عابدین شامی: ۴/۱۷۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی اپنی شہرہ آفاق تصنیف 'بدائع الصنائع' میں فرماتے ہیں:

لاخلاف بین أصحابنا في أن دار الکفر تصیر دار الإسلام لظهور أحکام الإسلام فیها[1]

"ہمارے علما میں اس بات کا کسی میں اختلاف نہیں ہے کہ دارالکفر، دارالاسلام میں تبدیل ہوتا ہے، اس میں اسلامی احکام ظاہر ہونے سے۔"

صارت الدار دار الإسلام بظهور أحکام الإسلام فیها من غیر شریطة أخریٰ[2] "دارالکفر، دارالاسلام میں تبدیل ہوتا ہے، اس میں اسلامی احکام جاری ہونے سے دوسری کسی شرط کے بغیر۔"

دارُالحرب کی تعریف: جس طرح دار الحرب کا کوئی بھی علاقہ اس وقت تک دار الاسلام قرار نہیں پاسکتا جب تک اس میں مکمل اسلامی احکام کا اِجرا اور ظہور نہ ہو جائے۔ اسی طرح کوئی بھی علاقہ جو کہ دار الاسلام کا حصہ ہو وہ اس وقت تک دار الحرب میں تبدیل نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں کچھ نقائص پیدا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی اپنی شہرہ آفاق کتاب 'ردّ المختار' میں لکھتے ہیں:

لا تصیر دار الإسلام دار الحرب إلا بأمور ثلا ثة بإجراء أحکام أهل الشرك وباتصالها بدار الحرب، وبأن لایبقي فیها مسلم أو ذمي أمنًا بالأمان الأوّل علیٰ نفسه[3]

"دارالاسلام دارالحرب میں تبدیل نہیں ہوتا مگر تین چیزوں کے پائے جانے سے:

① اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے اور

② اس شہر کے دارالحرب سے متصل ہونے سے اور یہ کہ

③ وہاں کوئی مسلمان یا ذمی اپنی ذات اور دین کے اعتبار سے امن اوّل سے مامون رہے۔"

یہاں اہل شرک سے اہل کفر مراد ہیں یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا روک ٹوک جاری ہوں، احکام اسلام وہاں جاری نہ ہوں اور دارالحرب سے متصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ دونوں 'دار' کے درمیان دار الاسلام کا کوئی اور علاقہ موجود نہ ہو اور امن اول سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کے سبب اور ذمی کو عہدِ ذمہ کی سبب کفار کے غلبے سے پہلے جو امن تھا، وہ امن کفار و مرتدین کے غلبہ کے بعد مسلمان اور ذمی دونوں کے لئے باقی نہ رہے۔ یہ رائے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہے۔ لیکن امام ابو

١ بدائع الصنائع: ۷/ ۱۳۰

۲ بدائع الصنائع: ۷/ ۱۳۱

۳ فتاویٰ شامی: ۴/ ۱۷۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ اُمور میں سے صرف ایک ہی امر سے دار الحرب بن جاتا ہے یعنی دار الاسلام میں صرف احکام کفر جاری ہونے سے وہ دار الحرب بن جاتا ہے اور یہی قول فقہ حنفی میں قرین قیاس ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وقال أبو يوسف رحمة الله عليه ومحمّد رحمة الله عليه بشرط واحد لاغير وهو إظهار أحكام الكفر وهو القياس[1]

"اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک شرط محقق ہونے سے دار الحرب کا حکم کر دیا جائے گا اور وہ شرط یہ ہے کہ احکام کفر کو علی الاعلان جاری کر دیں اور قیاس (بھی فقہ حنفی کے نزدیک) اسی کا متقاضی ہے۔"

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی:

وعن أبي يوسف و محمّد رحمهما الله تعالىٰ إذا أظهروا أحكام الشرك فيها فقد صارت دارهم دار حرب، لأن البقعة إنما تنسب إلينا أو إليهم باعتبار القوة والغلبة، فكل مقضع ظهر فيها حكم الشرك فالقوة في ذلك الموضع للمشركين فكانت دار حرب وكل موضع كان الظاهر فيه حكم الإسلام فالقوة فيه للمسلمين[2]

"امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ اگر دار الاسلام کے کسی علاقہ میں (حکام) احکام شرک کا اظہار کر دیں (یعنی علی الاعلان نافذ کر دیں) تو ان کا دار، دار الحرب ہو گا۔ اس لیے کہ کوئی بھی علاقہ ہماری یا ان (کفار) کی جانب قوت اور غلبہ ہی کی بنیاد پر منسوب ہوتا ہے۔ جس جگہ احکامِ شرک نافذ ہو جائیں تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس جگہ مشرکین کو اقتدار اور قوت حاصل ہے، اس لحاظ سے وہ 'دار الحرب' ہے۔ اس کے برعکس جس جگہ 'حکم'، اسلام کا ظاہر اور غالب ہو تو وہاں گویا مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہے (اور وہ دار الاسلام ہے)۔"

ان تمام حوالہ جات سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ فقہائے کرام نے کسی جگہ کو 'دار الحرب' قرار دینے کے لئے صرف یہ ایک شرط بیان کی ہو کہ "وہاں مسلمان اور ذمی مامون نہ رہیں" بلکہ اصل حقیقت تو فقہائے کرام کے فتاویٰ سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ اصل شے احکام اسلامی کا جاری و ساری رہنا اور اگر یہ شرط مفقود ہو گئی تو دار الاسلام کی کوئی حیثیت نہیں۔

اسی طرح فقہائے کرام کے فتاویٰ اس بات پر بھی شاہد ہیں کہ کسی بھی جگہ کو دار الحرب یا دار الکفر

1 فتاویٰ عالمگیری بحوالہ تالیفاتِ رشیدیہ بعنوان 'فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب و دار الاسلام': ص ۶۶۷
2 المبسوط از سرخسی: ۱۲/۲۵۸؛ بدائع الصنائع: ۷/۱۹۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے استثنا صرف اسی صورت میں مل سکتا ہے جب کہ وہاں احکام اسلامی کا مکمل اجرا ہو اور قانونِ شریعت پوری طرح نافذ ہو۔

دارالامان کی تعریف: جو لوگ صرف مسلمانوں کو 'امن' اور دیگر شعائر اسلام (جمعہ وعیدین) کی ادائیگی کی اجازت دینے کی صورت میں کسی علاقہ کو (جیساکہ آج کل ہندوستان، امریکہ اور دیگر یورپی ریاستوں کو) دار الامن یا دارالعہد قرار دینے کی ناروا کوشش کرتے ہیں تو باتفاقِ سلف وصالحین یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دار الحرب میں 'امن' تو مشروط ہی اس بات سے ہے کہ وہ دار الاسلام کی طرف سے دیا گیا ہو نہ کہ دار الحرب کی طرف سے از خود چند مسلمانوں کو امن دینے سے وہ 'دارالامان' یا 'دارالعہد' قرار پاجائے گا۔ بالفرض اگر مان لیا جائے کہ امریکہ ودیگر یورپی ممالک بشمول انڈیا، یہ سب 'دار الامان' ہیں جیسا کہ طاہر القادری صاحب ہجرتِ حبشہ کی بے محل مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہاں کفر کی حکومت کے باوجود مسلمانوں کو شعائرِ اسلام کی ادائیگی کی اجازت تھی، تو اسی بر خود غلط اُصول پر قیاس کرتے ہوئے امریکہ ودیگر یورپی ممالک بھی 'دار الامان' ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ایک وہ علاقہ جہاں ایک طرف کفار کی طرف سے مسلمانوں کو شعائرِ اسلام مثلاً جمعہ وعیدین اور دیگر انفرادی احکام کی پابندی کی اجازت ہو، لیکن دوسری طرف اسی دارالامان پر حکمرانی کرنے والے کفار بلادِ اسلامیہ کے دوسرے علاقوں (کشمیر، افغانستان، عراق، بوسنیا، چیچنیا وغیرہ) میں بسنے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں، اُن کی بستیوں کو تاراج کریں، ان کی کھیت کھلیانوں کو برباد کریں، ان پر آتش و آہن کی برسات کردیں، لاکھوں مسلمانوں کو خاک وخون نہلا دیں، یا پھر اس دار الامان کے کفار اس کام میں دوسرے علاقے کے کفار کی مدد کر رہے ہوں تو کیا کفار کے ان علاقوں کو محض اس بنیاد پر کہ اُنہوں نے چند مسلمانوں کو چند شعائر اسلام کی ادائیگی کی اجازت اور امن دے رکھا ہے، دارالامان قرار دیا جاتا رہے گا...؟؟

اور دار الامان کے سلسلے میں ہجرتِ حبشہ کی جو مثال دی جاتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا حبشہ کے کفار نے مسلمانوں کے مقابلے میں قریش مکہ کا ساتھ دیا تھا اور اُن کو پکڑ پکڑ کر کفارِ مکہ کے حوالے کر دیا تھا... یا اُنہوں نے دامے درمے سخنے مسلمانوں کی ہر ممکن مدد و نصرت کی تھی اور سب سے بڑھ کر بات یہ کہ شاہِ حبشہ خود مسلمان ہو گئے تھے اور ان کے انتقال پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا جنازہ ادا کیا۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ چاہے برطانیہ یا ہندوستان ہو، یورپی ریاستیں ہوں یا کفار کے دوسرے ممالک، شاذ و نادر ہی کوئی ملک ایسا ہو، جس نے مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کے نام پر اقوام متحدہ کے زیر سایہ پوری دنیا میں برپا کی جانے والی 'صلیبی جنگ' میں اہم کردار ادا نہ کیا ہو یا اس میں کسی بھی طریقے کی فوجی، مالی، طبّی اور لاجسٹک سپورٹ فراہم نہ کی ہو۔ خاص کر جس طریقے سے عالم کفر اور ان کے حاشیہ بردار مسلمانوں کے کلمہ گو حکمرانوں نے 'امارتِ اسلامی افغانستان' کے خلاف بالاتفاق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

'مشترکہ صلیبی جنگ' مسلط کی، اس کی مثال تو تاریخ اسلامی میں کم ہی ملتی ہے۔ لہٰذا یہ دلیل ہی کلیۃً باطل ہوگئی۔

مزید برآں امریکہ ویورپی ممالک کو 'دار الامن' قرار دینے کے لئے یہ دلیل دینا کہ ''وہاں مسلمان اور ذمی مامون نہ رہیں'' دراصل ان کے ذہنی خلل کی نشاندہی کرتا ہے کیونکہ مسلمان کے ساتھ ذمی کے بھی مامون و محفوظ رہنے کی جو شرط فقہاے کرام نے رکھی ہے، تو یہ بات تو کسی ادنیٰ سے طالبعلم سے بھی مخفی نہیں کہ 'ذمی' دار الاسلام کے ماتحت ہوتا ہے نہ کہ دار الحرب کے... ﴿ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ! ﴾ کیا یہ اب بھی عقل سے کام نہیں لیں گے...؟؟

گستاخِ رسول ﷺ کی سزا پر اجماعِ اُمت سے انحراف

طاہر القادری صاحب نے جہاں ایک طرف احکامِ شریعت سے متعلق تواتر کے ساتھ چلے آنے والے اجماع سے انحراف کیا بلکہ وہ اپنے بیرونی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے اس قدر آگے بڑھ گئے کہ دورِ نبوی ﷺ سے رائج شدہ گستاخِ رسول ﷺ کی ''گردن زدنی'' کی سزا میں یہ کہہ کر تخفیف و ترمیم کر دی کہ یہ سزا صرف مسلمانوں کے لئے ہے، کافروں کے لئے نہیں۔ چنانچہ رمشا مسیح کیس کے معاملے میں اپنے بیرونی آقاؤں کی موجودگی میں ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ناموسِ رسالت کے قانون کا اطلاق غیر مسلموں پر نہیں ہوتا، چاہے وہ یہودی ہوں یا عیسائی یا دیگر اقلیتوں میں سے کوئی بھی ہو۔ اس کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے۔''

یہ ہے وہ انحراف جو اُنہوں نے ناموسِ رسالت پر کیا جو کہ اجماعِ اُمت کے صریح خلاف ہے۔ چنانچہ گستاخِ رسول ﷺ کی سزا کیا ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، آیئے پہلے اس کو جان لیتے ہیں۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں:

يُقتل، وذلك أنه من شتم النبي ﷺ فهو مُرْتَدٌّ عن الإسلام، ولا يشتم مسلمٌ النبيَّ[1] ''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، اُسے قتل کیا جائے کیونکہ وہ اس فعل سے 'مرتد' ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی جسارت نہیں کر سکتا۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أيما مسلم سبّ الله أو سبّ أحدًا من الأنبياء فقد كَذَّبَ برسول الله ﷺ، وهي رِدَّةٌ، يُستتاب فإنْ رَجع وإلا قُتِلَ، وأيما معاهدٍ عَاندَ فسبّ الله أو

1 الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول: ۱/ ۱۲

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سبّ أحدًا من الأنبياء أو جهر به فقد نَقَضَ العهد فاقتلوه[1]

"جو مسلمان اللہ تعالیٰ کو گالی دے یا کسی نبی کی شان میں بکواس کرے وہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والا ہوا اور یہ 'ارتداد' ہے۔ لہٰذا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر رجوع کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے اور جو (کافر) معاہد عناد سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شان میں گالی گلوچ کرے یا کسی پیغمبر کو سب و شتم کرے یا ایسے کلماتِ علانیہ کہے تو وہ نقضِ عہد مرتکب ہوا، اس لئے اُس کو قتل کر دو۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص نبی ﷺ کو گالی دے یا آپ کی تنقیص کرے، خواہ مسلمان ہو یا کافر، تو واجب القتل ہے۔ میری رائے میں اس گستاخ کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ (اسی طرح اگر) جو معاہد (ذمی) عہد شکنی کرے اور اسلام میں گستاخی جیسا فتنہ پیدا کرے وہ واجب القتل ہے۔ کیونکہ مسلمانوں نے اس فتنہ انگیزی کی رخصت پر عہدِ ذمّہ نہیں دیا۔"[2]

مہاجر بن ابی اُمیہ رضی اللہ عنہ یمامہ اور اس گرد و نواح کے علاقے پر حکمران تھے۔ اس علاقے میں دو عورتیں تھیں، ان میں ایک حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی تھی اور ایک مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے دونوں کا ایک ایک ہاتھ کٹوا دیا اور سامنے کے دانت تڑوا دیے۔ جب اس فیصلے کی خبر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اُن کو یہ خط لکھا:

بَلَغني الذي (سرت) به في المرأة التي تغنَّت وزمرت بشتم النبي ﷺ، فلولا ما قد سبقتني فيها لأمرتك بقتْلِها؛ لأن حدَّ الأنبياء ليس يشبه الحدود؛ فمن تعاطي ذلك من مسلم فهو مرتدٌّ أو معاهِد فهو محارب غادر... فإنه بلغني أنك قطعت يَدَ امرأة في أن تَغَنَّت به جاء المسلمين ونزعت ثَنِيَّتَها، فإن كانت ممن تدعي الإسلام فأدب وتقدمة دون المُثْلَة، وإن كانت ذِمِيّة فلعمري لما صفحت عنه من الشرك أعظم، ولو كنت تقدمت إليك في مثل هذا لبلغت مكروهك، فاقبل الدَّعَةَ[3]

"مجھے تمہارے فیصلے کا علم ہوا جو تم نے شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والی عورت کے بارے میں کیا (کہ اس کا ہاتھ کٹوا دیا اور دانت تڑوا دیے)، اگر تم مجھ سے پہلے ہی اس کو سزا نہ دے چکے ہوتے تو میں تم کو اس کے 'قتل' کا حکم دیتا، کیونکہ انبیاے کرام کی شان میں گستاخی کی سزا عام

١ الصارم المسلول علی شاتم الرسول: ١/ ١٣٥

٢ ایضاً

٣ ایضاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جرائم جیسی نہیں۔ اس لئے یاد رکھو، مسلمانوں میں سے جو کوئی بھی اس جرم کا مرتکب ہو تو وہ 'مرتد' ہے، اگر معاہد (کافر) ایسی حرکت کرے تو حربی عہد شکن ہے۔ اسی طرح تم نے اس عورت کا بھی ہاتھ کاٹ دیا اور سامنے کے دانت نکلوا دیے ہیں جس نے گا کر مسلمانوں کی ہجو کی، اس سلسلہ میں قابل لحاظ یہ بات ہے کہ اگر وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تھی تو اس کے لئے تادیب و تعذیر ہی کافی تھی (قید و بند یا کوڑے وغیرہ کی سزا) مثلہ جائز نہ تھا اور اگر وہ ذمیہ تھی تو تم نے اس سے درگزر کیوں نہ کیا، اس کا مشرک ہونا تو اس سے بڑا جرم تھا اور اگر میں پہلے سے تم کو ہدایت نہ کر چکا ہوتا تو تمہارے ناگوار فیصلے کی نوبت تک نہ آتی۔"

یہودی سردار کعب بن اشرف کی ایذا رسانیوں اور کھلی گستاخیوں پر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ. قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ[1] "کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگائے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔" محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں۔"

بالآخر محمد بن مسلمہ ؓ اور اُن کے ساتھیوں نے ایک خفیہ تدبیر کے ذریعے اس کو جہنم واصل کر دیا۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کعب بن اشرف مسلمان نہیں بلکہ ایک یہودی سردار تھا۔ اس ضمن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ کعب کے قتل کئے جانے کے بعد آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

إِنَّه نَالَ مِنَّا الأَذَى، وَهَجَانَا بِالشِّعْرِ، وَ لاَ يَفْعَل هَذَا أَحَدٌ مِنكُم إِلاَّ كَانَ السَّيْفُ[2] "کعب نے ہمیں اذیت دی، اشعار کے ذریعے ہماری ہجو کی لہٰذا جو کوئی اس جرم کا ارتکاب کرے گا، تہ تیغ کیا جائے گا۔"

یہ ہے گستاخِ رسول کی سزا کا اجماعی حکم جو کہ بیان کیا گیا، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ طاہر القادری صاحب کا بھی یہی سابقہ موقف تھا۔ جس کو اُنہوں نے اپنے موجودہ موقف سے پہلے اپنی ایک تقریر میں یوں بیان کیا تھا:

"جو بھی گستاخی رسول کا مرتکب ہو، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم، مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو یا کوئی بھی ہو، جو گستاخِ رسول کا مرتکب ہو اس کی سزا موت ہے۔ اس کو کتے کی طرح سزائے موت دے دی جائے۔"

طاہر القادری صاحب کی شخصیت کس قدر منافقانہ اور دوغلے پن کی حامل ہے، ان تمام دلائل کے بعد اس پر کلام کی گنجائش نہیں۔ یہ منافقانہ اور دوغلی روش اس قدر واضح ہے کہ وہ میڈیا جو کہ احکام

۱ صحیح بخاری: ج ۱۰/ ص ۲۳۱، رقم: ۲۸۰۶

۲ الصارم المسلول علی شاتم الرسول: ۱/ ۶۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرعیہ کے نفاذ کو ہمیشہ آڑے ہاتھوں لیتا ہے، وہ بھی اس اس پر چپ نہ رہ سکا۔ دیکھئے...[1]

"میں سو فیصد سچا آدمی ہوں"... طاہر القادری کا دعویٰ

حقیقت کیا ہے، اس کے لئے درج ذیل ویب پیج ملاحظہ فرمائیے...[2] پاکستان کے سب سے کثیر الاشاعت اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ علامہ طاہر القادری کو جان ایسپوزیٹو نامی امریکی کنٹرول کرتا ہے۔ ایم عظیم میاں، واشنگٹن سے پاکستانی اخبار کے لیے اپنی تحریر میں لکھتے ہیں:

"علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی کینیڈا سے پاکستان واپسی اور لاہور میں جلسہ عام کا تخیل دینے والے اور اس کے لئے مالی و انتظامی تعاون کرنے والے سبھی علامہ صاحب کی پرفارمنس سے اور آخری لمحات تک تقریر کے متن اور مافی الضمیر میں مجوزہ تبدیلیوں سے بھی مطمئن ہیں۔

میری معلومات کے مطابق سب سے زیادہ خوش اور مطمئن جارج ٹاؤن یونیورسٹی واشنگٹن کے پروفیسر جان ایسپوزیٹو (Esposito) ہیں جنہوں نے علامہ طاہر القادری کے دہشت گردی اور خود کش حملوں کے بارے میں ۴۱۳ صفحات پر مشتمل انگریزی میں شائع کردہ فتویٰ کا پیش لفظ ہی نہیں لکھا بلکہ علامہ طاہر القادری کو امریکی حکومتی نظام سمیت متعدد اہم امریکیوں سے بھی متعارف کرایا اور اس سے آگے کے مراحل میں حتی المقدور تعاون کیا۔"

۱۹۸۰ء کے عشرے میں اسلام کے بارے میں تدریس و تحقیق کے لئے مشہور امریکی یونیورسٹی ٹیمپل یونیورسٹی کے فلسطینی نژاد اعلیٰ پائے کے محقق پروفیسر اسمٰعیل فاروقی کی سرپرستی میں پی ایچ ڈی کے طالب علم جان ایسپوزیٹو اس وقت امریکہ کے سرکاری اور علمی نظام میں اسلام کے حوالے سے نہ صرف انتہائی محترم اور معتبر مانے جاتے ہیں بلکہ انسدادِ دہشت گردی کی حکمتِ عملی اور علمی اُمور میں ان کی رائے اور سفارش کو کلیدی اہمیت دی جاتی ہے۔ وہ جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں سعودی پرنس ولید کے نام کی چیئر پر بھی فائز ہیں، اُن کے اُستاد پروفیسر اسمٰعیل فاروقی اور ان کی اہلیہ یونیورسٹی کیمپس کی حدود میں ہی اپنی رہائش گاہ پر انتہائی پراسرار طور پر اچانک قتل کر دیئے گئے اور اس قتل کا معمہ میری معلومات کے مطابق آج تک حل نہیں ہوا۔ مرحوم سے مختلف اجتماعات میں مجھے ملاقاتوں اور مختلف موضوعات پر ان کی رائے جاننے کے مواقع ملے۔ ان کی موت امریکہ میں مسلمان کمیونٹی کے لئے نہ صرف ایک عالم اور گائیڈ کی موت تھی بلکہ ان کے بعد ایک عرصہ تک مسلم کمیونٹی خود کو بے سہارا تصور کرتی رہی۔

بہر حال کینیڈین شہریت کے حصول کے بعد علامہ طاہر القادری اب جس اہتمام اور انتظام کے

1 http://www.youtube.com/watch?v=0uyyKGi5su8, https://www.facebook.com/ahwaal/posts/494282193948078
2 http://www.youtube.com/watch?v=0uyyKGi5su8

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ پاکستان کے سیاسی اور عوامی منظر پر لوٹے ہیں یہ ان کی صلاحیتوں کا ایک منفرد اور اعلیٰ نمونہ ہے۔
دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ثمرات سے مستفید ہونے والے (Beneficiaries of war on terror) سیاستدانوں، حکمرانوں اور ثمرات حاصل کرنے والوں میں سے کوئی بھی پاکستانی علامہ صاحب جیسی اعلیٰ صلاحیتوں کا اظہار یا کردار ادا نہیں کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آمد اور تقریر سے حکمرانوں اور اپوزیشن میں کسی کو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا بلکہ عمران خان بھی ان کی تقریر کے حوالے پیش کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ علامہ طاہر القادری نے نہ تو حکومت کو چیلنج کیا ہے اور نہ ہی اپوزیشن کی حمایت کی بلکہ آئین اور نظام کے حوالے سے پہلے سے طے شدہ انداز میں بات کی۔ پاکستان میں انتخابات کو رکوانے یا ملتوی کرنے کی بات بھی نہیں کی اور پھر ۱۰ جنوری کے مارچ کا اعلان بھی کر دیا۔

بعض حلقے تجسس میں ہیں کہ علامہ طاہر القادری کا مشن کیا ہے؟ میری ناقص معلومات کے مطابق علامہ صاحب نہ تو سربراہ مملکت یا وزیر اعظم بننے کے لئے آئے ہیں اور نہ ہی دہری شہریت کے حامل علامہ صاحب کو سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق اس کی اجازت ہے لہٰذا احباب خاطر جمع رکھیں علامہ صاحب اقتدار اور انتخابی عہدے حاصل کرنے کی دوڑ میں نہیں ہیں بلکہ ان کا نعرہ ہی یہ ہے کہ سیاست نہیں ریاست بچاؤ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان میں انتخابات سے قبل نظام میں تبدیلی اور ریاست کو لاحق خطرات کا خاتمہ کرنے کا مشن مکمل ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا پاکستان کے اہل اقتدار بلکہ اپوزیشن بھی کوئی خطرہ محسوس نہ کرے۔ علامہ صاحب کی پاکستان آمد نے دہشت گردی کی مخالف قوتوں میں بھی گروہی وسیاسی دوریاں کم کی ہیں۔ ایم کیو ایم کے قائدین کی لاہور کے جلسہ میں موجودگی کا فیصلہ اور عمل اس کی ایک مثال ہے۔ وزیر اعلیٰ شہباز شریف کے شہر لاہور میں پر امن اور منظم و کامیاب جلسے کا انعقاد بھی پیش نظر رہے ورنہ مخالفین کے جلسوں کو درہم برہم کرنے کے واقعات بھی تاریخ لاہور کا حصہ ہیں لہٰذا علامہ طاہر القادری نے دہشت گردی کے خلاف اپنے اس ضخیم فتویٰ کے اجراء، اشاعت اور وسیع پیمانے پر اس کی مفت تقسیم کے ساتھ ساتھ کینیڈا میں بیٹھ کر گزشتہ ڈیڑھ سال یا اس سے زائد عرصہ میں اس انداز سے پاکستان آنے اور عوامی سطح پر اپنے مشن کی کامیابی کے لئے جو منظم تیاری کی تھی اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

اس کی ایک مثال نیویارک میں علامہ صاحب کے پہلے اجتماع کی تھی جس میں مجھے بھی شرکت کی دعوت تھی اور تمام مناظر دیکھنے کا موقع ملا۔ تقریباً ۴۵۰ پاکستانی مرد و خواتین پر مشتمل اس اجتماع میں علامہ صاحب نے اُردو کی بجائے انگریزی میں تقریر کی، اردو سمجھنے والوں کے مجمع سے انگریزی میں خطاب کی وجہ جاننے کے لئے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو ہال میں تقریباً ۲۰ گوری نسل کے خوش لباس افراد اِدھر اُدھر کھڑے، بیٹھے نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ علامہ صاحب کی بحفاظت آمد و رفت کے لئے یہ حضرات ڈیوٹی پر سرکاری اہلکار ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ صاحب نے بڑے مدلل انداز میں اپنے فتویٰ کے بارے میں دلیل، حوالے اور تاویل پیش کی۔ مغرب کی نماز کا وقفہ ہوا تو نیویارک ریاست کے 'کاؤنٹر ٹیررازم' کے سربراہ امریکی اہل کار سے سامنا ہو گیا جو ایک پاکستانی سے محوِ گفتگو تھے لہٰذا مجھ سمیت بعض پاکستانیوں کے لئے یہ بات معمہ تھی کہ آخر پاکستانیوں کے مجمع میں صرف ڈیوٹی پر متعین چند امریکی اہلکاروں کی خاطر علامہ صاحب نے اُردو کی دل نشینی کے بجائے انگریزی میں وعظ فرمانے کی ضرورت کیوں سمجھی؟

تقریب کے بعد علامہ صاحب نے مجھ سمیت چند پاکستانیوں سے ہال کے بالائی حصے میں ملاقات کر کے کرم فرمائی کی تو اُن تمام گورے اہل کاروں کو اپنے آٹو گراف کے ساتھ فتویٰ کی ایک ایک کتاب بھی مفت دی اور پھر اس کے بعد نیویارک اور نیوجرسی میں کئی کئی ہزار پاکستانیوں کے اجتماع منعقد کرنے کے کامیاب تجربات بھی کیے گئے۔ بہر حال جان ایسپوزیٹو خوش اور مطمئن ہیں۔''

ایم عظیم میاں نے اپنے مضمون میں طاہر القادری کے بارے میں جو انکشافات کئے، اس سے زیادہ تہلکہ خیز بات یہ ہے کہ طاہر القادری کے جہاں آقا امریکی اہلکار ہیں، وہاں اس کے محافظ بھی امریکی سی آئی اے کے ایجنٹ بلیک واٹر کے اہلکار ہیں۔

اب پاکستان آنے کے بعد طاہر القادری جس انداز میں سیاسی کھیل کا ڈرامہ رچا رہے ہیں اور ریاست بچانے کا جو نعرہ بلند کر رہے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ طاہر القادری بھی اس کفری جمہوری نظام کو بچانے کے لیے کوشاں ہے، جس نے پاکستان کو امریکہ کا غلام بنا رکھا ہے اور پاکستانی عوام کو مختلف معاشی واقتصادی اور سیاسی وعسکری بحرانوں کے ولدل میں پھنسا کر رکھا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر سیاستدان اور جمہوری مذہبی رہنما پاکستان کو حقیقی آزادی دلوانے کے لیے کوشاں رہنے کی بجائے اسے مزید امریکہ کی غلامی میں دھکیلنے اور عوام کو فرضی انقلاب کا جھانسہ دیکر جمہوری نظام کے شکنجے میں دوبارہ جکڑنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

طاہر القادری کی تمام تر جدوجہد پاکستانیوں میں بیدار ہونے والی اسلامی روح کو مار کر ان میں ذلت ورسوائی کی ایسی روح پھونکنا ہے کہ عوام کے سامنے حق وباطل مسخ ہو کر رہ جائے اور عوام کو یہ سمجھ ہی نہ آئے کہ کون حقیقی انقلاب لانے والے ہیں اور کون انقلاب کے نام پر انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں کو مزید مضبوط اور مستحکم کرنے میں لگا ہوا ہے۔

ہم نے اس مضمون میں طاہر القادری صاحب کے چند بنیادی عقائد و افکار کی ذراسی جھلک پیش کی ہے جو کہ اہل ایمان کو اس کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ اس فتنے سے ہوشیار اور خبردار رہیں بلکہ اس فتنے کی سرکوبی کا کوئی سامان مہیا کریں۔ یاد رکھیں! جو لوگ امریکہ اور انگریزی کا دم بھرتے ہیں، وہ خود غلام ہیں اور غلام خود آزاد نہیں ہوتا تو دوسروں کو وہ کس طرح آزادی اور ترقی وخوشحالی دے سکتا ہے...!!

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المكتبة الرحمانية

اُساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز ومرجع

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45 ہزار علمی ودینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- کارڈ کیٹلاگ کے ذریعے کتب تک آسان رسائی
- پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

سہولیات

ایئرکنڈیشنڈ ہال اور مستقل نشستیں

- جملہ اُردو وعربی تفاسیر اور علومِ قرآن کی تمام کتب
- حدیث نبوی، شروحِ حدیث اور علومِ قرآن کے بیشتر مراجع
- فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا مستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اَسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اَوقات

صبح 7 تا 4 بجے (چھٹی بروز جمعہ)

بمقام ادارہ 'محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون 042-35866396

موبائل 0305-4600861 (لائبریرین: محمد اصغر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com www.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol.45 No.1

Monthly MUHADDIS Lahore

5866476
5866396

- **عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں**
  لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- **علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں**
  لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- **غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے**
  لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- **تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے**
  لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- **آئین وسیاست سے بیگانہ ہوکر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہوجانا زندگی سے فرار ہے**
  لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
- **جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے**
  لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

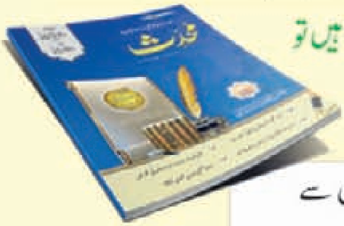

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۳۰ روپے
- زرِسالانہ ۳۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“